

الحج ایمان



مکتبہ اشرفیہ رضوی
سابقہ نام: مکتبہ اشرفیہ
لاہور

مکتبہ اشرفیہ رضوی
سابقہ نام: مکتبہ اشرفیہ
لاہور

ناشر: شعبہ تبلیغ مرکزی دارالعلوم حزب الاعناف
گنج بخش روڈ
لاہور

اللَّهُمَّ
سُبْحَانَكَ
وَبِحَمْدِكَ
وَبِإِزْنِكَ
وَبِعِزَّتِكَ
وَبِكِبْرِيَّتِكَ
وَبِعَظَمَتِكَ
وَبِجَلَالِكَ
وَبِإِسْمَائِكَ
وَبِعِزَّتِكَ
وَبِكِبْرِيَّتِكَ
وَبِعَظَمَتِكَ
وَبِجَلَالِكَ
وَبِإِسْمَائِكَ

اس کتاب میں حضور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کے فضائل و مناقب اور مرتبہ و مقام کی عظمت کو کتاب و سنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے

الرحمة الکیان

تصنیف الیف

امیر اہل سنت شارب بخاری
علامہ سید محمود احمد رضوی محدث الہدی
(سابقہ امتیاز حکومت پاکستان)

پہلے حصہ
صاحبزادہ پیر سید اشرف رضوی
امیر اہل سنت و جماعت
امیر رازی دارالعلوم حزب الاحناف ۵۰ رو



رضوان کتب خانہ

گنج بخش روڈ لاہور

Cell: 0300-8038838, 042-37114729
www.hizbulahnaf.com



مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تُرَوِّجُ شَفَاعَتُهُ
مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالشَّعْلَيْنِ
فَاِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتْ نَفْسُكَ
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرَ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
لِكُلِّ هَوٍّ مِنْ الْاَهْوَالِ مُفْتَحِمٍ
وَالْفَقِيرَيْنِ مِنْ غَرْبٍ وَمِنْ غَمٍّ
وَمِنْ غُلُوْمِكَ عِلْمُ الدُّوْحِ وَالْقَلَمِ



رضوان کتب خانہ

گنج بخش روڈ لاہور

Cell: 0300-8038838, 0300-9492310
Tel: 042-37114729
Web: www.hizbulahnaf.com

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

..... روح ایمان

مصنف

..... امیر اہلسنت شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد

..... رضوی محدث لاہوری قدس سرہ العزیز امیر و شیخ الحدیث

..... دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

پروف ریڈنگ

..... صاحبزادہ عبدالرحمن رضا قادری

..... معلم دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

کمپوزنگ

..... عزیز کمپوزنگ سنٹر لاہور

باہتمام

..... صاحبزادہ پیر سید مصطفیٰ اشرف رضوی (ایم اے)

..... امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

صفحات

..... 200

ناشر

..... شعبہ تبلیغ مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

قیمت

..... پے

ملنے کا پتہ

رضوان کتب خانہ

گنج بخش روڈ لاہور فون: 042-37114729

شعبہ تبلیغ مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور

بفیضان کرم:

غلیظہ و تلمیذات فضل الرحمن گنج مراد آبادی
حضرت ابو محمد سید محمد دیدار علی شاہ شوی شہیدی
بانی مرکز سکریٹری دائرہ التواضع حزب الاحناف لاہور

غلیظہ و تلمیذات حضرت برہوی رحمہ اللہ امام اہلسنت سراج اہل تقویٰ مفتی اعظم
حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری ہنوی شہیدی
بانی و امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

غلیظہ و تلمیذات حضرت برہوی رحمہ اللہ امام اہلسنت مجاہد تحریک تہذیب و نشر القرآن
حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری ہنوی شہیدی

آل نبی علیہ السلام و اولیٰ علیہ السلام و اولادہ علیہ السلام رضوان اللہ علیہ
حضرت علامہ سید مسعود احمد رضوی شہیدی
صاحبزادہ پیر سید آستانہ عالیہ قادریہ اشرفیہ برکاتیہ مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

بفیضان نظر:

مُصطفیٰ اشرف رضوی
صاحبزادہ پیر سید اشرف رضوی
امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

فہرست

انتساب	5	يَا أَيُّهَا الْمَدِينَةُ كُنْ هَذِهِ	77
تعارف مصنف	9	وَرَبُّكَ فَكَبِّرْ	80
ابتدائیہ	16	تکبیر تحریرہ نماز میں فرض ہے	80
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ	18	وَلْيَا بَلَّتْ فَطَهَّرْ	82
دُرود و سلام کی اہمیت و فضیلت	23	وَالرُّجُزُ فَاهْجُرْ	84
نگاہ عشق و مستی میں وہی اڈل وہی آخر	29	دُرود و سلام کے برکات و حسنات	86
خیر البشر خیر الوری ﷺ	46	دُرود شریف کے فضائل	86
ثنائے سرکار ﷺ ہے وظیفہ	55	دُرود کے معنی	89
حضور ﷺ سے محبت	55	حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا ارشاد	90
نوری شمعیں	56	شہد کی کہیاں	91
صحابہ کی لائیاں	56	اسلام میں سنت رسول ﷺ کا مقام	93
جنت کا چشمہ	58	سوال اول کا جواب یہ ہے	93
مالک جنت کون؟	59	سوال دوم کا جواب یہ ہے	94
شرح صدر	60	سوال سوم کا جواب یہ ہے	96
حضور ﷺ کے علم کی وسعت	61	معلم کتاب	97
نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سراپا اعجاز	70	تلاوت آیات	98
تیرے آنے سے رونق آگئی گلزار ہستی		تعلیم حکمت	100
میں	73	رسول کا مرتبہ و مقام	102
رسالت	73	وحی متلو و غیر متلو	110
کعبہ	74	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سنت نبوی ﷺ سے	
عورت	74	استدلال و امتثال	118
شرابِ جِوَاء	75	قرآن اور صاحب قرآن	123
سود	75	نزول قرآن کی کیفیت	124
زنا اور فواحش	75	رمضان کے مبارک مہینہ میں قرآن کریم	

نازل ہوا	124	جلس میلاد کیلئے فرش و منبر کا اہتمام	146
نزول قرآن کی مدت ۲۳ سال	125	اذان کے بعد بھی درود پڑھا جائے پھر	
وحی الہی کا جلال اور عظمت	125	دعا کی جائے	149
سب سے پہلی وحی اور اس کی کیفیت	126	روائے نبوی ﷺ	150
حضور ﷺ کا علم نسیان سے پاک ہے	127	حضور سرور عالم نور مجسم ﷺ کا منصب	
اللہ نے حضور ﷺ کو قرآن پڑھایا اور		و مقام اور آپ کے مرتبہ و رتبہ کی عظمت	
اس کے اسرار کی تعلیم دی	128	ورفت	152
قرآن حضور ﷺ کا معجزہ کامل ہے	128	حضور اقدس ﷺ کی قانونی اور تشریحی	
قرآن حضور ﷺ کا لازوال معجزہ ہے	129	حیثیت	154
قرآن کی مثل لانا ناممکن و محال ہے	129	اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کی عزت	
قرآن ایک محفوظ کتاب	131	افزائی کیلئے آپ سے اُمت کے متعلق	
قرآن میں کوئی طاقت تبدیلی نہیں کر سکتی	132	مشورہ فرمایا	155
قرآن اللہ کی حفاظت میں ہے	133	حکم نبوی ﷺ کی تعمیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	
قرآن میں زیادت و نقصان ناممکن ہے	134	حضور ﷺ کو سجدہ تو نہ کرتے مگر صحابہ کا	
حفاظت نبوی ﷺ	134	دل چاہتا تھا کہ حضور کو سجدہ کریں	156
علوم قرآن	136	حضور ﷺ کی ذات اقدس پر صحابہ کرام	
قرآن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے	137	رضی اللہ عنہم کے ایمان و اعتماد کی کیفیت	157
توریت	138	حضور ﷺ کے استعمال شدہ پارچات بھی	
حضور ﷺ ہی قرآنی علوم و معارف		باعث برکت و رحمت ہیں	157
کے عالم ہیں	138	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے موئے	
قرآن کی تفسیر و توضیح کا حق صرف حضور		مبارک کو بھی دنیاد مافیہا سے زیادہ محبوب	
ﷺ کو ہے	138	سمجھتے تھے	158
میلاد النبی ﷺ	141	حضور ﷺ کے موئے مبارک کے متعلق	
قرآن حکیم اور میلاد	142	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدہ کی ایک مثال	159
تمام انبیاء کرام حضور ﷺ کے میلاد		حضور ﷺ کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا	159
خواں ہیں	143	حضور ﷺ کا کعبہ دست ریشم و دیبا سے	
حضور ﷺ نے خود اپنا میلاد پڑھا	145	زیادہ نرم تھا	160

167	انبیاء کی ضرورت	حضور ﷺ کے روضہ انوری کی زیارت کرنے
168	حسن محمدی	والے کیلئے حضور ﷺ کی شفاعت ضروری
169	ہستی کا نقشِ اَوَّل	ہوگی
170	اختیار نبوی ﷺ	حسینا ثانیہ عالم میں سب سے حسین
172	بے سایہ رسول	حسینوں میں حسین ایسے کہ محبوبِ خدا ﷺ
172	ولادتِ باسعادت	ظہرے
173	طلوعِ اجلال	جِ عمر میں ایک باری فرض ہے اگر حضور ﷺ
173	دُعاِ ظلیل	ہاں کہہ دیں تو ہر سال فرض ہو جائے
175	حضور ﷺ کی شانِ علمی	حضور ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے
176	شاہد و شہید رسول	جاری ہو گئے
177	حضور ﷺ کا علم و وسیع	حضور سرورِ عالم ﷺ کے تقسم سے دروہام
180	دودھ کا پیالہ اور صاحبِ صفہ	روشن و منور ہو جاتے
182	حنینِ جذع	پسینہ مبارک کی بینظیر خوشبو
183	القی الاٰی	حضور ﷺ کیلئے اندھیرا حجاب نہیں بنتا
186	آنچہ خواہاں ہمہ دارند تو تہاداری	حضور ﷺ کی آنکھیں سوتی ہیں دل ہمیشہ
186	اے غیب کی خبریں دینے والے	بیدار رہتا ہے
186	الجواب	حضور ﷺ جب خندہ فرماتے تو دیواریں
189	وہ خدا کا آستانہ..... یہ نبی کا آستانہ	روشن ہو جاتیں
191	مکہ معظمہ کی عظمت و برکت	حضور ﷺ کے لعاب سے مشک و عنبر کی خوشبو
191	مکہ کے حرم ہونے کا مطلب	آتی تھی
192	مکہ معظمہ کی حرمت و عظمت ابدی ہے	حضور اقدس ﷺ کا حسن و جمال بے مثل
193	حضور ﷺ نے مدینہ کو حرم بنایا	وہ بے مثال
194	ظلیل و حبیب میں فرق	شیطان، حضور ﷺ کی شکل اختیار کر کے نہیں
195	واضح ہو	آ سکتا
195	حرم مدینہ کا احترام و اجلال	حضور اقدس ﷺ جس راستے سے گزرتے
196	فوائد و مسائل	وہ خوشبو سے مہک جاتا
197	فضائلِ مدینہ	بلغِ اعلیٰ بکمالہ

تعارف مصنف

امیر اہلسنت شارح بخاری حضرت علامہ

سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری رحمہ اللہ

شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ کی ولادت ۱۹۲۲ء میں آگرہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ سید ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ کے ہاں ہوئی۔ علامہ رضوی نجیب الطرفین سید ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب چالیس واسطوں سے امام علی رضا مشہدی بن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اور والدہ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب پینتالیس واسطوں سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ علمی و روحانی ماحول میں آنکھیں کھولیں اور اسی میں نشوونما پائی۔ درس نظامی کی ابتدائی کتابیں اپنے جد امجد سید المحدثین مولانا سید محمد دیدار علی شاہ لوری رحمہ اللہ سے پڑھیں بقیہ کتب مولانا مہر دین بدھوی اور حضرت علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ ۱۹۴۷ء میں جامعہ حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسے میں آپ کی دستار بندی کرائی گئی۔ حضرت علامہ رضوی نے ۷ جون ۱۹۴۷ء کو موقر جریدہ ”رضون“ جاری کیا۔ ۲۷ تا ۳۰ اپریل کو بنارس سنی کانفرنس میں پنجاب کے دینی مدارس کے طلبہ کے وفد کی قیادت کرتے ہوئے شریک ہوئے اور تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں اپنے تایا جان حضرت علامہ سید ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمہ اللہ کے ساتھ بھرپور کام

کیا اور شاہی قلعہ میں قید بھی ہوئے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کا آپ کو مرکزی سیکرٹری جنرل چنا گیا۔ جس کے نتیجے میں اس وقت کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو مرزا یوں کو کافر قرار دینے پر مجبور ہو گئے۔ ۱۹۷۰ء میں آپ نے کل پاکستان سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام منعقد کروائی) اور آپ اس کانفرنس کے کنوینر تھے اس کانفرنس کے موقع پر آپ کو متفقہ طور پر جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی سیکرٹری جنرل چنا گیا اور حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی سجادہ نشین سیال شریف کو صدر منتخب کیا گیا۔ اسی کانفرنس میں جمعیت علماء پاکستان نے انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کیا۔

۱۹۷۱ء میں برطانیہ کے نام نہاد ڈاکٹر منہاس نے ایک دل آزار کتاب لکھی جس میں اس نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ نے لاہور میں اس کتاب کے خلاف احتجاجی جلوس نکالا جس کی پاداش میں اس وقت کی ایوب مارشل لاء حکومت نے حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ کو دیگر علماء و مشائخ کے ہمراہ گرفتار کر لیا۔

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ سچے عاشق رسول اور لوگوں میں فروغ عشق رسول ﷺ کیلئے مسلسل کوشاں رہتے۔ اس مقصد کیلئے انہوں نے ۲۳ مارچ ۱۹۸۴ء کو لاہور سے ”یار رسول اللہ کانفرنس“ کا سلسلہ جاری کر کے لوگوں میں نئی روح پھونک دی جو کہ ابھی تک تسلسل سے جاری و ساری ہے۔ حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ کو ۱۹۷۵ء میں حکومت پاکستان نے ان کی دینی و ملی و مذہبی خدمات کے اعتراف میں ملک کا اعلیٰ ترین سول اعزاز ”ستارہ امتیاز“ دیا۔ آپ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن ممبر وفاقی مجلس شوریٰ، چیئرمین زکوٰۃ و عشر کمیشن لاہور، مشیر وفاقی شرعی عدالت، مشیر صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان اور دیگر متعدد کمیشنوں میں اہم عہدوں پر فائز رہے۔

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ کے والد ماجد اعلیٰ حضرت مجدد دین و

ملت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ کے شاگرد خاص اور خلیفہ مجاز تھے۔ اس طرح حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ کا سلسلہ حدیث و بیعت صرف ایک واسطہ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ سے جاملتا ہے۔

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ جامعہ حزب الاحناف کے مہتمم بھی رہے اور مختلف دینی، قومی، ملی و ملکی تحریکوں کا مرکز حزب الاحناف کو بنایا۔ آپ کے ہزاروں شاگرد ملک و بیرون ملک دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں مصروف عمل ہیں اور خود آپ نے بھی متعدد مرتبہ مختلف بیرونی ممالک کا دورہ فرمایا۔

اولاد

آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے سات صاحبزادوں اور تین صاحبزادیوں سے نوازا ہے۔ جن میں صاحبزادہ سید مصطفیٰ اشرف رضوی صاحب فاضل درس نظامی (ایم اے عربی ایم اے اسلامیات) آپ کے جانشین ہیں۔

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ علم حدیث میں بلند پایہ خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ نے علم حدیث اپنے دادا شیخ الحدیث حضرت سید دیدار علی شاہ رحمہ اللہ اور اپنے والد مفتی اعظم علامہ سید ابوالبرکات احمد قادری رحمہ اللہ سے حاصل کیا اور آپ کے دادا نے علم حدیث حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ سے حاصل کیا جو کہ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے جلیل القدر شاگرد تھے۔ اس طرح آپ کا سلسلہ حدیث تین واسطوں سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ جو کہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد سے جاملتا ہے۔

وصال مبارک

آپ کا وصال مبارک بروز جمعرات ۴ رجب بمطابق ۱۱۴ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو لاہور

میں ہوا۔ دوسرے دن بعد جمعہ المبارک آپ کی نماز جنازہ ناصر باغ میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ آپ کے بھائی صاحبزادہ حضرت علامہ سید مسعود احمد رضوی نے پڑھائی۔ جس میں ہزاروں علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ آپ کو اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام) میں حضرت شارح بخاری

کا خطبہ استقبالیہ

حضرات علماء کرام و مشائخ ملت اور عمائدین اہلسنت و مسلمانان پاکستان میں صمیم قلب کے ساتھ آپ کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ آپ نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور کلمہ حق کی حمایت و نصرت کیلئے دور دراز کے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے کل پاکستان سنی کانفرنس میں شرکت کی۔ میں دارالسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے غیور مسلمانوں اور خصوصاً علامہ مختار الحق صاحب صدیقی اور ان کے مخلص رفقاء کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے انتہائی خلوص اور للہیت کے ساتھ اس عظیم الشان ایمان افروز اور باطل سوز کل پاکستان سنی کانفرنس کا ایک تاریخی کارنامہ انجام دیا۔

معزز حاضرین آج سے کچھ عرصہ قبل ٹوبہ کی اس زمین پر چند لادینوں نے جمع ہو کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی تھی کہ پاکستان اور خصوصاً ٹوبہ کے کسان، مزدور اور محنت کش اپنے حقوق کا تحفظ سوشلزم اور کمیونزم ایسے لادینی نظاموں میں سمجھتے ہیں علماء و مشائخ اہلسنت و اکابرین ملت و مسلمانوں کا یہ عظیم اجتماع اس امر کی واضح دلیل ہے کہ لادینوں کا یہ تاثر غلط اور واقع کے خلاف ہے اور آج یہ بات زندہ حقیقت بن کر سامنے آگئی ہے کہ پاکستان کے مسلمان اسلام کے سوا کسی اور نظام میں اپنی نجات کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

حضرات عمائدین ملت! جمعیت العلماء پاکستان ملک کی ایک با اصول دینی و سیاسی جماعت ہے جس کا مقصد تو حید اسلام کے عالمگیر نظام حیات کو زندگی کے ہر شعبے

میں نافذ و جاری کرنا ہے اور اسی مقصد کے حصول کیلئے جمعیت سرگرم عمل ہے۔

یہی وہ جماعت ہے جس نے قیام پاکستان اور حصول پاکستان کیلئے خلوص خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس سنی کانفرنس قائم کر کے ہندو سامراج کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا اور مخالفین پاکستان کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

جمعیت نے بلا خوف و لومۃ و دلائم حق کی حمایت و نصرت کو اپنا نصب العین بنا کر ہر نازک موڑ پر کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ کی روشنی میں ملک و ملت کی رہنمائی کا فریضہ ادا کیا۔

قیام پاکستان کے بعد سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ اس خطہ پاک میں کتاب و سنت پر مبنی دستور نافذ ہو ملک کے سیاسی و معاشی و اقتصادی مسائل صرف اسلام کی روشنی میں حل کئے جائیں اور حضور سید عالم نور مجسم ﷺ کے اسوہ حسنہ اور خلفائے راشدین کے دور سعید کی رہنمائی میں عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کیا جائے مگر افسوس ۲۳ سال کے طویل عرصہ میں جو لوگ بھی برسر اقتدار آئے ان میں سے کسی نے بھی اس خطہ پاک میں اسلامی نظام کے قیام و نفاذ کے منافی امور کی خوب حوصلہ افزائی کی حتیٰ کہ ایسے قوانین نافذ کرنے میں بھی کوئی جھجک محسوس نہ کی جو قرآن و سنت کے صریح طور پر خلاف ہیں۔

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان ایک آزاد اور خود مختار مملکت کی حیثیت سے معرض وجود میں آیا۔ قانون آزاد ہند جس کے تحت یہ مملکت وجود میں آئی اس میں یہ لکھ دیا گیا تھا کہ جب تک پاکستان کیلئے آئین ساز اسمبلی دستور مرتب نہیں کرتی۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء ہی پاکستان میں رائج رہے گا۔

نوسال کا عرصہ تو یونہی گزر گیا اور آئین مرتب نہ ہوسکا ۱۹۵۶ء میں آئین بنا مگر ڈھائی سال تک انتخابات کی نوبت نہ آئی اور جب یہ آئین نافذ ہوا اور اس کے

تحت عبوری دور کیلئے صدر مملکت کا انتخاب ہوا تو اسی صدر کے ہاتھوں مارشل لاء کا نفاذ عمل میں آیا۔ جس نے آئین کو ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی موت کی نیند سلا دیا۔ دوسرے مرحلہ میں ایوب خان نے ایک آئین بنایا مگر اس کا حشر بھی وہی ہوا جو سابق آئینوں کا ہوا اور اس طرح ملک متعدد بار دستوری بحران کا شکار ہوتا رہا اور ذاتی اقتدار کی جنگ نے اس خطہ پاک کو سر زمین بے آئین ہی رہنے دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ ملک جو اسلام کے نام پر حصال کیا گیا تھا لادینوں نظریہ پاکستان کے مخالفوں اور غیر ملکی ایجنٹوں کی ریشہ دوانیوں کی آماجگاہ بن گیا اب صورت حال یہ ہے۔

پاکستان کی وحدت ملی کیخلاف علاقائی، لسانی اور نسلی منافقوں کے فتنے جاگ اٹھے ہیں۔ سندھ میں جے سندھ کا نعرہ پرورش پا رہا ہے سرحد میں پختونستان کی تحریک سر اٹھا رہی ہے اور مشرقی پاکستان میں بنگلہ دیش کی آواز سنائی دے رہی ہے۔

طبقاتی کشمکش نقطہ عروج پر پہنچ گئی ہے۔ مزدور، کسان اور محنت طبقہ کے حقوق تلف کئے جا رہے ہیں۔ سرمایہ پرستی کے مروجہ ظالمانہ نظام نے وسائل دولت کو چند خاندانوں میں مرکوز کر دیا ہے۔ امیر امیر تر ہوتا جا رہا ہے اور غریب روٹی سے محروم ہے۔ لادین طاقتیں الحاد و زندقہ پر مبنی سیاسی و اقتصادی نظام رائج کرنے کی فکر میں ہیں اور نظریہ پاکستان کے دشمن گاندھی و نہرو کے دیرینہ نیاز مند اکھنڈ بھارت اور متحدہ قومیت پر عقیدہ رکھنے والے چند کانگریسی مولوی اشتراکی الحاد کو خلافت راشدہ کا نام دے رہے ہیں۔

راکے ایجنٹ اور غیر ملکی طاقتوں کے آلہ کار پاکستان کے خرمن امن کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور جلاؤ گھراؤ کی امن سوز سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

یہ وقت قومی سطح زندگی کا انتہائی نازک دور ہے اور باطل کے علمبردار جس چابک دستی سے اس ملک میں دام ہمرنگ زمین بچھا رہے ہیں۔ اس کے پیش نظر پاکستان کے

غیور مسلمانوں خصوصاً علماء و مشائخ اہلسنت کی ذمہ داریاں کئی گناہ زیادہ ہو گئی ہیں۔ اگر اس نازک موڑ پر اکابرین ملت و عمائدین امت نے وقت کے تقاضوں کو لبیک نہ کہا تو اس کا خمیازہ پوری قوم کو بلکہ آنے والی نسلوں کو بھگتنا پڑے گا۔

ضرورت ہے کہ پاکستان کے مسلمان علماء و مشائخ اہلسنت حق کی حمایت و نصرت کے میدان عمل میں گامزن ہو کر باطل پرستوں کے عزائم کو خاک میں ملا دیں اور یہ واضح کر دیں کہ پاکستان صرف اور صرف اسلام کیلئے ہے اور اسلام کے سوا اس خطہ پاک میں کسی اور مذہب کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کیا جائے گا۔ علماء اہلسنت دین اور بدینیت کی اس کشمکش میں اسلام کا مقدس علم ایمانی جرات کے ساتھ بلند رکھیں۔

حضرات مشائخ ملت! یہ کانفرنس ۹ کروڑ سنی مسلمانوں کو وسیع تر نمائندگی پر ہو رہی ہے تاکہ ملکی سطح پر اہلسنت کے اس تاریخی کردار کو دہرایا جاسکے جو تحریک پاکستان کے وقت سنی علماء و مشائخ نے ۱۹۴۶ء میں بمقام بنارس ادا کیا تھا۔ انشاء اللہ یہ کانفرنس اہلسنت کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرے گی اور سوشلزم و کمیونزم کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگی۔

دارالسلام (ٹوبہ) کی کل پاکستان سنی کانفرنس کا مقصد پاکستان میں اسلامی نظام کا قیام، اسلامی اقدار کی حفاظت، حقوق اہلسنت کا تحفظ، اسلام کی عادلانہ منصفانہ اقتصادی نظام کے ذریعے مزدوروں، کسانوں اور محنت کش طبقہ کے حقوق و مفادات کی عملی طور پر نگہداشت، گھیراؤ اور جلاؤ کی امن سوز سرگرمیوں اور غیر ملکی ایجنٹوں کی ریشہ دوانیوں کا سد باب اور بھارت کے مظلوم مسلمانوں کو ہندو سامراج کے ظلم و ستم سے بچانے کیلئے موثر اقدام کرنا ہے۔

حضرات علماء و مشائخ! یہ ہیں وہ مسائل و حالات جن کے متعلق ٹھوس اور موثر پروگرام قوم کے سامنے پیش کرنے کیلئے آپ کی رہنمائی و رہبری کی ضرورت ہے۔

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ ○

ابتدائیہ

اللہ عز وجل جل مجدہ کے ذکر کے ساتھ ہی اس کے عظیم و جلیل آخری رسول حضور سید عالم ﷺ کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ سے یہ فرمایا ہے کہ جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تیرا بھی ذکر ہوگا۔ کلمہ میں اذان میں اقامت میں خطبہ میں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت نماز میں بھی حضور کا ذکر رکھا گیا ہے۔ جس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی ذات و صفات کی پہچان ضروری ہے ایسے ہی اس کے حبیب مکرم حضور سرور عالم ﷺ کی ذات و صفات آپ کے مرتبہ و مقام کی عظمت اور آپ کے منصب و درجہ کی رفعت کو جاننا اور ماننا بھی ضروری ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ معرفت رسول کے بغیر معرفت خدا ناممکن ہے۔ رسول ہی اللہ کی پہچان کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ مسلمان اپنے مقدس طیب و طاہر معصوم رسول کی ذات و صفات مرتبہ و مقام کو جانیں اور اس پر ایمان لائیں۔ یہ کتاب جس کا نام رُوحِ ایمان ہے۔ اس کا موضوع حضور سید عالم ﷺ کی ذات اقدس ہے کتاب و سنت کی روشنی میں حضور

کے فضائل و مناقب، مرتبہ و مقام اور آپ کے عظیم و جلیل منصب کو بیان کیا گیا ہے۔ اس موضوع کی کتاب کی ضرورت اور افادیت اس لئے بھی ضروری ہے کہ آج کل ایک گروہ حضور نبی کریم ﷺ کے اوصاف حمیدہ و معجزات جلیلہ اور آپ کے مرتبہ و مقام کی عظمت سے انکار کر رہا ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت فرمائے اور ہم سب مسلمانوں کو حضور نبی کریم ﷺ کے فضل و شرف کو تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

سید محمود احمد رضوی

مدیر رضوان



وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

حضور سرورِ عالم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خصائص میں سے ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو رفعت و بلندی عطا فرمائی ہے آپ کے ذکر پاک کی عظمت و رفعت کا یہ عالم ہے کہ جب سے دنیا کی ابتداء ہوئی ہے۔ آپ کا ذکر جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ وقت کا کوئی لمحہ اور گردشِ لیل و نہار کی کوئی ساعت ایسی نہیں ہے۔ جس میں آپ کا ذکر نہ ہو اور آپ کی ذاتِ اقدس پر صلوة و سلام کا مبارک عمل نہ جاری ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ذکر کو ابدیت بخشی ہے اور ایمان کی تکمیل آپ کے ذکر پر موقوف رکھی ہے اور آپ کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا ہے۔ اس لئے آپ کا ذکر اللہ کا ذکر ہے اور جہاں ذکرِ خدا ہے وہاں ذکرِ مصطفیٰ ﷺ بھی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا آپ کا رب فرماتا ہے۔ اے حبیب تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ذکر کیسے بلند کیا ہے۔ میں نے کہا اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

قَالَ إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتُ مَعِيَ۔ (زرقاتی علی الموابہ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہوگا۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جَعَلْتُ تَمَامَ الْإِيمَانِ بِذِكْرِكَ مَعِيَ، جَعَلْتُ ذِكْرًا مِنْ ذِكْرِي

فَمَنْ ذَكَرَكَ ذُكِرْتَنِي۔ (شفاء ص ۱۲ ج ۱)

میں نے ایمان کا مکمل ہونا اس بات پر موقوف کر دیا ہے کہ اے میرے رسول میرا ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہو اور میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرا دیا ہے تو جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔

صحابی رسول حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رَفَعَ اللَّهُ ذِكْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۶)
اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند فرمایا ہے۔ کوئی خطیبہ کوئی کلمہ پڑھنے والا اور نماز ادا کرنے والا ایسا نہیں ہے جو شہادتِ الوہیت کے ساتھ شہادتِ رسالت نہ ادا کرے۔

خطبات میں کلموں میں اقامت میں اذان میں

ہے نامِ الہی سے ملا نامِ محمد ﷺ

سورہ آل عمران آیت إِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ سے واضح ہے کہ سب سے پہلے خود رب کائنات نے عالم ارواح میں حضور اقدس ﷺ کا ذکر فرمایا اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے حضور پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا عہد لیا۔ اسی عہد ربانی کے مطابق تمام انبیاء و رسل علیہم السلام حضور کے ذکر جمیل سے رطب اللسان رہے اور آپ کے فضائل و مناقب اپنی اپنی امتوں کو سناتے رہے اور آپ کی آمد کی بشارتیں دیتے رہے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے شیث علیہ السلام سے فرمایا۔ میرے بعد تم میرے خلیفہ ہو۔ لہذا خلافت کو تقویٰ اور یقینِ محکم کے ساتھ پکڑے رہو۔

فَكُلَّمَا ذُكِرْتُ اللَّهُ فَأَذْكُرُ إِلَى جَنْبِهِ اسْمَ مُحَمَّدٍ ﷺ۔

اور جب تم اللہ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ ہی محمد ﷺ کا ذکر بھی کرنا کیونکہ جب میں رُوحِ وُثی کے درمیان تھا تو میں نے اُن کا نام عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا۔ میں نے آسمانوں پر نظر کی تو کوئی جگہ ایسی نظر نہ آئی جہاں نام محمد ﷺ لکھا ہوا نہ ہو۔ جب میرے رب نے مجھے جنت میں رکھا تو میں نے جنت کے ہر محفل ہر بالا خانے پر برآمدے پر پنخو روں کے سینہ اور جنت کے تمام درختوں اور اُن کے پتوں شجر طوبی اور سدرۃ المنتہی کے ہر گوشہ پر اور ملائکہ کی آنکھوں پر محمد ﷺ لکھا ہوا دیکھا ہے۔

فَاَكْثِرْ ذِكْرَهُ۔ (زرقانی علی الموابہ)

لہذا تم اُن کا کثرت سے ذکر کیا کرو۔

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے موقع پر حضور ﷺ کی بعثت کی دعا مانگی۔ اسی طرح تمام انبیاء کرام نے اپنے اپنے دور میں حضور ﷺ کی عظمت و رفعت کے خلبے پڑھے۔ حتیٰ کہ آخری نمودہ رساں حضرت مسیح کلمۃ اللہ علیہ السلام مَبَشَّرَا بِرَسُولٍ یَّاتِیْ مِنْ بَعْدِی اِسْمُهُ اَحْمَدُ کہتے ہوئے دنیا میں آئے۔ یہ حضور سرور عالم نور مجسم ﷺ کا بہت بڑا اعزاز ہے کہ ایک اولوالعزم صاحب کتاب اور صاحب معجزات رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کا ذکر کرتے ہوئے دنیا میں قدم رکھ رہے ہیں اور یہ حضور ﷺ کی بہت ہی عظیم و جلیل خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرائض نبوت میں سے ایک فرض یہ رکھا کہ وہ یہ اعلان کر دیں کہ میرے بعد خاتم النبیین علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں۔ اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور سب سے آخر میں جس نے میری آمد کی بشارت دی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ (ابن عساکر)

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

دعائے خلیل اور نوید مسیحا

حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ اقدس پر بات ختم ہوگئی۔ آپ نبی آخر ہیں۔ آسمان نبوت کے نیرِ اعظم اور ہدایت و موعظت کے ماہِ تاباں ہیں۔ قرآن نے اعلان کیا۔ وَلَیْکِنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ جو شریعت آپ لائے وہ بھی آخری شریعت ہے۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ شریعت قیامت تک آپ کا ہی دین باقی رہے گا۔ اس لئے آپ کے ذکرِ جمیل کی محفلیں قائم ہوتی رہیں گی۔ آپ کی سیرتِ طیبہ اور اسوۂ حسنہ کا ذکر ہوتا رہے گا اور آپ کی ذاتِ مبارک پر درود و سلام کا سلسلہ جاری رہے گا۔ حتیٰ کہ آخرت میں بھی اولین و آخرین آپ کا ذکر اور آپ کی مدح و ثنا کریں گے۔ ارشادِ باری ہے۔

عَسٰی اَنْ یَّعْفَلَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

قریب ہے کہ تیرا رب تجھے اس مقام پر کھڑا کرے گا جہاں سب تیری حمد کریں گے۔

روزِ محشر حضور ﷺ کو ایک جھنڈا بارگاہِ الہی سے مرحمت ہوگا۔ جس کا نام لواء الحمد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخرِ دنیا تک سب اس جھنڈے تلے ہوں گے۔ مقامِ محمود وہ جگہ ہے جہاں روزِ محشر تمام انبیاء اصفیاء شہداء و صدیقین اولیاء کرام جن و انسان حضور سرور کائنات ﷺ کا ذکر آپ کی مدح و ثنا اور آپ کی تعریف و توصیف کریں گے۔ (تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۹۲)

ذکرِ رسول کی عظمت کا یہ پہلو بھی بہت اہم ہے کہ بارگاہِ الہی میں کوئی دعا آپ کی ذاتِ اقدس پر درود و سلام پڑھے بغیر قبول نہیں ہوتی۔ حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا یَصْعَدُ مِنْهُ شَیْءٌ حَتّٰی

تُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّکَ۔

دُعا زمین و آسمان کی درمیان رُکی رہتی ہے اور نہیں جاتی جب تک نبی ﷺ پر دُرو نہ بھیجا جائے۔

نہ صرف یہ بلکہ مرضی الہی یہ ہے کہ مسلمانوں کی کوئی نشست اور کوئی مجلس ذکر اللہ اور ذکر الرسول سے خالی نہیں۔ چاہے اگر زندگی میں ایک نشست بھی ذکر الہی اور ذکر الرسول سے خالی ہوئی تو قیامت کے دن اس پر باز پرس ہوگی اور اس وقت سخت حیرت و پشیمانی ہوگی۔ چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جو لوگ کہیں بیٹھے اور انہوں نے اس نشست میں نہ اللہ کو یاد کیا اور نہ ہی اپنے نبی پر دُرو بھیجا۔

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ فِيهِ وَلَمْ يَصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ بَرَةٌ فَإِنْ شَاءَ عَبْدُهُمْ عَلَى وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ۔ (ترمذی شریف)

تو قیامت میں ان کیلئے حسرت و خسران کا باعث ہوگا۔ پھر چاہے اللہ ان کو عذاب دے اور چاہے معاف فرمادے اور بخش دے۔

الغرض یہ خصوصیت صرف اور صرف حضور سرور کائنات ﷺ ہی کو حاصل ہے کہ عالم ارواح میں بزم ملائکہ میں انبیاء و مرسلین کی مجالس میں عبادات و طاعات میں مواعظ و خطبات میں کلمہ طیبہ میں اذان و اقامت میں آپ کا ذکر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت نماز میں السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ کے الفاظ جمیل کے ساتھ اور حریم حق میں إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ کے کلمات طیبات سے آپ کا ذکر ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا اور یہی حضور سرور کائنات ﷺ کے ذکر پاک کی وہ خصوصیت و فضیلت ہے اور آپ کے مرتبہ و مقام کی وہ عظمت ہے جسے رب کائنات نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ سے بیان فرمایا ہے۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں

خسروا' عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

دُرو و سلام کی اہمیت و فضیلت

قرآن مجید میں ارشاد باری ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ

وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (احزاب)

یہاں اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اس غیب بتانے والے (نبی) پر

اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

(۱) اس آیت میں اہل ایمان کو مخاطب بنا کر حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے مقدس رسول پر صلوٰۃ و سلام عرض کریں اور اس خطاب اور حکم میں وزن پیدا کرنے کیلئے بطور تمہید فرمایا گیا کہ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ صلوٰۃ علی النبی خداوند قدوس اور اس کے معصوم فرشتوں کا معمول و دستور ہے تو یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا اے ایمان والو! تم بھی اسے معمول بنا کے اس محبوب و مبارک عمل میں شریک ہو جاؤ۔

(۲) یہاں یہ امر قابل ذکر ہے حکم و خطاب کا یہ انداز قرآن مجید میں صرف صلوٰۃ علی النبی کیلئے ہی اختیار کیا گیا ہے۔ دوسرے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ عمل کیلئے یہ انداز اختیار نہیں کیا گیا کہ خدا اور اس کے معصوم فرشتے بھی یہ کام کرتے ہیں۔ جس سے صلوٰۃ علی النبی کی عظمت و اہمیت اور حضور اقدس ﷺ کے مقام محبوبیت کا اظہار ہوتا ہے۔

فقہاء اُمت فرماتے ہیں کہ اس آیت کی رُو سے حضور اقدس ﷺ پر درود و سلام بھیجنا ہر فرد اُمت پر فرض ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ارشاد یہ ہے کہ ہر نماز کے قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ اگر درود نہ پڑھا تو ان ائمہ کے نزدیک نماز ہی نہ ہوگی۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ قعدہ میں تشہد تو بیشک واجب ہے۔ جس میں حضور ﷺ کی بارگاہِ عالی میں سلام بھی آجاتا ہے لیکن تشہد کے بعد نماز میں مستقلاً درود شریف پڑھنا فرض و واجب تو نہیں بلکہ اہم سنت ہے..... اور اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ کی ذات اقدس پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا اسی طرح فرض ہے جیسے آپ کی رسالت یا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانا نیز آپ کی ذات اقدس پر درود و سلام کیلئے آیت میں کسی وقت اور تعداد کا تعین نہیں کیا گیا اس لئے درود و سلام عرض کرنا تمام اوقات میں صالح اعمال میں سے افضل ترین عمل ہے اور درود و سلام پڑھنا تمام اوقات میں جائز ہے۔ اذان کے بعد رسول اللہ ﷺ کا نام لیتے وقت جمعہ کے دن اور رات کو درود پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے۔

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَى مَرَّةٍ وَاحِدَةٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ مجھ پر ایک دفعہ صلوٰۃ بھیجے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے۔

(۲) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَى صَلَوةٍ وَاحِدَةٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوتٍ وَخُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ وَرَفَعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔ (نسائی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ

مجھ پر ایک بار درود بھیجے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اس کی دس خطائیں معاف کی جاتی ہیں اور اس کے دس درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں۔

(۳) عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ نُبَارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَى مِنْ أُمِّي صَلَوةً مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرَ صَلَوتٍ وَرَفَعَتْ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَكُتِبَ لَهُ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَحُيَ عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ۔ (نسائی)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا جو اُمّتی خلوص دل سے مجھ پر صلوٰۃ بھیجے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوٰۃ تیں بھیجتا ہے اور اس کے صلہ میں اس کے دس درجے بلند کرتا ہے اور اس کے حساب میں دس نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کر دیتا ہے۔

(۴) عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَالْبُشَيْرُ فَبُيِّ وَجْهَهُ فَقَالَ إِنَّهُ جَاءَ بَنِي جَبْرَائِيلَ فَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ أَمَا يُرْضِيكَ يَا مُحَمَّدٌ أَنْ لَا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا۔ (نسائی، داری)

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن تشریف لائے اور آپ کے چہرہ انور پر خوشی اور بشارت کے آثار نمایاں تھے اس کا

(۱) مفسرین کرام نے نُوْر سے مراد حضور کی ذاتِ لی ہے۔ دیکھئے تفسیر کبیر ص ۳۹۵ ج ۲ تفسیر ابن عباس ص ۷۲ خازن ج ۱ ص ۳۱۷ مدارک ج ۱ ص ۴۷۰ روح المعانی ج ۶ ص ۸۷ روح البیان ج ۱ ص ۵۴۸ معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۳ درمنثور ج ۳ ص ۲۳۱ مدارج النبوة۔ مواہب لدنیہ۔ زرقانی۔ شفاء ج ۱ ص ۱۰ تفسیر جلالین۔ تفسیر ابن جریر امداد السلوک ص ۱۱۵۸ از رشید احمد گنگوہی۔ نشر الطیب ص ۷ مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی

سبب بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ آج جبرائیل امین آئے اور انہوں نے بتایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ کیا تمہیں یہ بات راضی اور خوش نہ کرے گا کہ تمہارا جو اتنی تم پر صلوٰۃ بھیجے میں اس پر دس صلوٰۃیں بھیجوں اور جو تم پر سلام بھیجے میں اس پر دس سلام بھیجوں۔

(۵) إِنَّ جِبْرِئِلَ آتَانِي فَقَالَ مَنْ صَلَّى عَلَيْكَ مِنْ أُمَّتِكَ وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَشْرًا وَرَفَعَهُ بِهَا عَشْرَ ذُرَجَاتٍ۔ (معجم اوسط الطبرانی و سنن سعید بن منصور)

جبرائیل میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ پیغام پہنچایا کہ تمہارا جو امتی تم پر ایک صلوٰۃ بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوٰۃیں بھیجے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا۔

(۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عَنْدهُ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ، وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَذْرَكَ عَنْدهُ أَبَوَاهُ الْكَبِيرَ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يَدْخُلَا الْجَنَّةَ۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذلیل و خوار ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ اس وقت بھی مجھ پر صلوٰۃ یعنی درود نہ بھیجے اور اسی طرح ذلیل و خوار ہو وہ آدمی جس کیلئے رمضان (رحمت و مغفرت والا) مہینہ آئے اور اس کے گزرنے سے اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو جائے (یعنی رمضان کا مبارک مہینہ بھی وہ غفلت و خدا فراموشی میں گزار دے اور توبہ و استغفار کر کے اپنی مغفرت کا فیصلہ نہ کرائے) اور ذلیل ہو وہ آدمی جس کے ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک اس کے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں اور وہ (ان کی خدمت کر کے) جنت کا استحقاق حاصل نہ کرے۔

(۷) عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَحْضَرُوا فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ قَالَ آمِينَ ثُمَّ ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ آمِينَ ثُمَّ ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ آمِينَ فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ عَنْ الْمِنْبَرِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ مَا كُنَّا نَسْمَعُهُ، فَقَالَ إِنَّ جِبْرِئِلَ عَرَضَ لِي فَقَالَ بَعْضُ مَنْ أَذْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ، فَقُلْتُ آمِينَ فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّانِيَةَ قَالَ بَعْدَ مَنْ ذُكِرْتُ عَنْدهُ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَقُلْتُ آمِينَ فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّالِثَةَ قَالَ بَعْدَ مَنْ أَذْرَكَ أَبَوَاهُ الْكَبِيرَ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يَدْخُلَا الْجَنَّةَ فَقُلْتُ۔ (آمین) (رواہ الحرم فی مستدرک وقال صحیح الاسناد)

حضرت کعب بن عجرہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت رسول کریم ﷺ نے ہم لوگوں کو فرمایا۔ میرے پاس آؤ۔ ہم لوگ حاضر ہو گئے جب منبر کے پہلے درجے پر آپ نے قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر جب دوسرے درجے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا۔ آمین۔ اسی طرح جب تیسرے درجے پر قدم مبارک رکھا تو پھر فرمایا۔ آمین۔ پھر جو کچھ آپ نے فرمایا اس سے فارغ ہو کر منبر سے نیچے اتر آئے تو ہم لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آج ہم نے آپ سے ایک ایسی چیز سنی ہے جو ہم پہلے کبھی نہیں سنتے تھے تو آپ نے فرمایا۔ جب میں منبر پر چڑھنے لگا تو جبرائیل امین آ گئے انہوں نے کہا تباہ و برباد ہو وہ شخص جو رمضان پاک پائے اور اس میں بھی اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو جائے تو میں نے کہا آمین۔ پھر جب میں نے منبر کے دوسرے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا برباد ہو وہ شخص جس کے سامنے تمہارا ذکر آئے اور وہ اس وقت بھی آپ پر درود نہ بھیجے۔ میں نے جواباً کہا آمین۔ جب تیسرے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا بد بخت ہے وہ شخص جس کے ماں باپ یا ان دونوں میں سے ایک اس کے سامنے بوڑھے ہو جائیں اور وہ جنت کا مستحق نہ ہو جائے۔ میں نے اس پر بھی آمین۔ کہا۔

(۸) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَحِيلُ الَّذِي مَنْ ذَكَرَتْ عَنْدهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَى- (ترمذی)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اصل کنجوس اور بخیل وہ آدمی ہے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ بھیجے۔

(۹) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَى النَّاسِ بِى يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَى صَلَوة- (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن مجھ سے قریب ترین اور مجھ پر زیادہ حق رکھنے والا میرا وہ امتی ہوگا جو مجھ پر بکثرت درود شریف بھیجتا ہے۔



نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ-

(سورہ الحمد آیت ۳)

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن وہی سب کچھ جانتا ہے۔
سورہ حدید کی اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت جل مجدہ کی صفاتِ عالیہ کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ اول ہے ہر شے سے پہلے بے ابتداء ہے کہ وہ تھا اور کچھ نہ تھا۔ یہ تھا۔
تھی بھی نہ تھی اور وہ تھا۔ وہ آخر ہے ہر شے کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہنے والا۔
ہر شے فانی ہے باقی تو صرف اسی کی ذات ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ-

(سورہ رحمن آیت ۲۶)

کائنات میں جو کچھ ہے فنا ہونے والا ہے اور باقی تمہارے رب کی ذات ہے
عظمت و بزرگی والی۔

جن فرشتے، انبیاء، اولیاء، اصفیاء، غرضیکہ کل جہان اس کے فضل و کرم کا محتاج ہے۔ کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں ہے۔ عالم کا ذرہ ذرہ اس کے حضور سجدہ ریز ہے۔
کیونکہ وہ آخر ہے باقی ہے۔ سارے جہانوں کی بادشاہی اسی کیلئے ہے..... وہ ظاہر

بھی ہے دلائل و براہین سے اس کا وجود ثابت ہے۔ ہر شے پر غالب ہے جو چاہتا ہے جیسے چاہتا ہے کرتا ہے اس کے چاہے میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ وہ مالک الملک ہے۔ فعال لما یوید ہے اور علیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیر اسی کی شان ہے۔ وہ باطن ہے۔ سننے، سمجھنے، دیکھنے، سوچنے اور ہر کھنے کی قوتیں اس کے ادراک سے اور وہم قیاس گمان اس کے حقیقی عرفان سے عاجز و در ماندہ ہیں۔

وہ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیم ہے۔ اس کے علم کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء۔ عالم الغیب والشہادہ صرف اور صرف اسی کی ذات ہے۔ اس کی صفیٰ علم ازلی ابدی دائمی ذاتی اور سرمدی ہے۔

حسن و جمال، فضل و کمال، قدرت و اختیار غرضیکہ ہر شے اور ہر چیز کا وہی تھا حقیقی مالک و مختار ہے۔ مخلوقات میں جس کسی کو بھی فضل و کمال اور قدرت و تصرف حاصل ہے۔ وہ اس کی عطا ہی سے ہے اس کی مشیت کے خلاف بڑی سے بڑی شخصیت بھی ایک تنکا ادھر سے ادھر نہیں کر سکتی۔

ماسہ گھٹے نہ تل بڑھے بن سائیں کی چاہ

لا تتحرک ذرۃً اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ

تمام عظمتیں اور تعریفیں اسی کو سزاوار ہیں۔ یہ جہاں اسی کی جلوہ گاہ ہے۔ تصویر کی تعریف مصور کی تعریف ہے۔ عالم امکان کی کسی بھی چیز کی تعریف کیجئے، تعریف تو خالق دو جہاں ہی کی قرار پائے گی۔ مگر اس خصوص میں بھی ہمارے رسول محترم نبی مکرم آسمان نبوت کے نیز اعظم ذات و صفات خداوندی کے مظہر اتم، محبوب رب دو جہاں قاسم علم و عرفان، ماحی ظلم و طغیان، راحتِ قلوب عاشقان، سرورِ کشور رسالت، رونقِ منبر نبوت، چشمہ علم و حکمت، نازشِ مسند امامت، غنچہ راز وحدت، جوہرِ فرد عزت۔ ختمِ دور رسالت۔ شیخِ بزمِ ہدایت۔ مخزنِ اسرارِ ربانی مرکزِ انوارِ رحمانی مصویرِ فیوض

یزدانی۔ قاسمِ برکاتِ صمدانی۔ سید المرسلین خاتم النبیین۔ رحمۃ للعالمین۔ شفیع المذنبین سید عالم۔ نورِ مجسم ہادیِ سبلِ ختمِ الرسل۔ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الخیرۃ والثناء کی عظمت و شان کی کیفیت یہ ہے کہ

جس کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں حسن و جمال

اے حسین تیری ادا اس کو پسند آئی ہے

شیخ محقق سید المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز مدارج النبوة کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ سورہ حدید کی یہ آیت حمد الہی بھی ہے اور نعت نبی بھی۔ جن صفات خداوندی کا اس آیت میں ذکر ہے حضور سرورِ کائنات ﷺ اس کے مظہر ہیں۔ یعنی بقول علامہ اقبال

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر

وہی قرآن وہی ایمان وہی یسین وہی طہ

(۱) حضور سرورِ عالم ﷺ اوّل بایں معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور کے نور پاک کو پیدا فرمایا۔ حضور فرماتے ہیں۔

أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورِیْ وَآنَا مِنْ نُورِ اللّٰهِ وَالْخَلْقُ كُلُّهُمْ مِنْ نُورِیْ۔ (مدارج)

تمام مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے۔

کائنات کا افتتاح حضور ہی کے نور پاک سے ہوا۔ یہ نور نہ ہوتا تو جہنم و ہر میں مہر و انجم کی ضیاء نہ ہوتی۔ نہ بہاروں کی شمیم جانفزا نہ کلیوں کا تبسم ہوتا نہ غنوں کی چمک نہ پھولوں کی مہک نہ ہواؤں کی دل افروزی نہ بلبل کا ترنم نہ گل خنداں کی بہار و دلکشا..... مختصر یہ کہ اگر حضور نہ ہوتے تو نہ ہم ہوتے نہ آپ اور نہ یہ خطہ پاک۔

نہ شمع جلتی نہ پھول کھلتے نہ دن لکھتا نہ رات ہوتی

جو یہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا وجود کون و مکاں نہ ہوتا

حضور ہی کی ذات اقدس نور الہی، نورِ اول، نور الانوار اور اللہ تعالیٰ کی طرف

سے آنے والے طیب و طاہر روشن و منور نور ہیں۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ۔

بیشک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا۔

اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ کفار نور محمدی کو بجھانے کی کوشش کریں گے، لیکن

اللہ تعالیٰ اس نور کی روشنی کو بجھنے سے محفوظ رکھے گا۔ اس نور کی روشنی بڑھتی ہی رہے گی۔

ظلمتیں بڑھ بڑھ کر مٹھوئیں مارتی رہیں گی۔ لیکن چراغ محمدی ﷺ میں ذرا بھی

تھر تھراہٹ پیدا نہ کر سکیں گی۔

يُزِيدُونَ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ. وَاللَّهُ مَعَهُ نُورُهُ وَلَوْ كَرِهَ

الْكُفْرُونَ۔ (سورۃ القف آیت ۸)

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ تو اپنے نور کو پورا

کرنے والا ہے خواہ کافر ہی مانیں۔

رع مٹھوئوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اللہ تعالیٰ نے جہاں کا افتتاح اور بشریت کی ابتداء اور سلسلہ نبوت و رسالت کا

آغاز صبح ازل کے نور یقین اور شام ابد کے ماہِ مبین خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء ہی کی

ذاتِ ستودہ صفات سے فرمایا۔

یہ عالم ہست و بود ہوتا نہ زندگی کا وجود ہوتا

جہاں کی تخلیق ہی نہ ہوتی جو حاصل دو جہاں نہ ہوتا

عظمت وجودِ سید سرور کی معراج یہ ہے کہ آپ کو پیدا فرمانا مقصود نہ ہوتا تو اللہ

تعالیٰ اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ فرماتا۔ چنانچہ حضرت مجتہدِ دافع ثانی قیوم ربانی شیخ سرہندی

قدس سرہ الربانی نے مکتوبات میں حدیثِ قدسی درج کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

محبوب رسول سے فرمایا:

لَوْلَاكَ لَمَّا أَظْهَرْتُ الرَّبُّوبِيَّةَ۔ (مکتوبات ص ۲۳۲ ج ۲)

کہ اگر تمہیں پیدا فرمانا منظور نہ ہوتا تو ہم اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ فرماتے۔

یعنی۔

تیرے سر کے سوا جتنا بھی کہاں لولا کہ لیا کا تاج بھلا

اے صلِ علی یہ شان تری اے صاحبِ تخت و تاج نبی

رسولِ اول و آخر ہوتا بھی حضور سرورِ عالم ﷺ کے اعظم خصائص سے ہے

اور آپ کے ان دونوں مناصب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ دنیا میں جس قدر انبیاء و

مرسلین از آدم تا عیسیٰ علیہ السلام آئے وہ نبی و رسول ہی ہیں مگر کسی نے اول النبیین اور آخر

النبیین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ انبیاء سابقین پر اجمالی طور پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہی

تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں لیکن حضور پر ایمان لانے کیلئے آپ کو صرف رسول ماننا ہی

کافی نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی رسالت و نبوت پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ آپ کے

اس وصفِ خاص پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ آپ رسولِ اول بھی ہیں اور رسولِ آخر

بھی۔ چنانچہ حدیثِ قدسی میں ارشاد ہے۔

قَالَ تَبَارَكَ تَعَالَى جَعَلْنَكَ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ خَلْقًا وَآخِرَهُمْ بَعْنًا

وَجَعَلْنَكَ فَاتِحًا وَخَاتِمًا۔ (برادرِ اہلِ ایمان کبریٰ ج ۲ ص ۹۹)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد ﷺ پیدائش کے لحاظ سے تم کو سب نبیوں سے

پہلے اور بلحاظِ بعثت سب سے آخر بھیجا۔ نبوت کی ابتداء کرنے والا اور ختم کرنے والا تم

ہی کو بنایا۔

آیہ مبارکہ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْ نُوْحٍ -
(سورۃ احزاب آیت ۷) کی تفسیر میں حضور ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ اَوَّلَ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِي الْبُعْثِ -

(ابو نعیم و ابن جریر کنز العمال ج ۶ ص ۱۱۳)

میں پیدائش کے اعتبار سے سب سے پہلے اور باعتبار بعثت سب سے آخری
نبی ہوں۔

كُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِي الْبُعْثِ -

(ابن سعد کنز العمال ج ۶ ص ۱۰۶)

میں سب انسانوں میں بلحاظ پیدائش پہلا ہوں اور سب انبیاء میں باعتبار بعثت
پچھلا ہوں۔

پس اولاً بالذات سب سے پہلے نبی حضور ﷺ ہی ہیں۔ مگر چونکہ اس عالم کے
لحاظ سے آپ کا ظہور آخر میں ہوا اس لئے آپ آخر الانبیاء بھی قرار پائے۔ مگر اس معنی
سے نہیں کہ آپ کو نبوت سب سے آخر میں ملی بلکہ اس معنی سے کہ آپ کا ظہور سب سے
آخر میں ہوا۔ ورنہ منصب نبوت کے لحاظ سے آپ کی ولادت سے قبل اور ولادت کے
بعد چالیس سال کی عمر مبارک سے پہلے اور اس کے بعد کے زمانہ میں کوئی فرق نہیں ہے
اور آپ ہر دور اور ہر حال میں نبوت و رسالت سے متصف رہے ہیں اور ہیں۔

چنانچہ شب معراج معنی اول و آخر کا ظہور ہوا۔ حضور امام ہوئے اور تمام انبیاء
کرام از آدم تا عیسیٰ علیہ السلام مقتدی۔

نماز اقصیٰ میں تھا یہ ہی سرعیاں ہوں معنی اول و آخری

کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے گر گئے تھے

الفرض سب سے پہلے خلعت وجود سے مشرف ہونے والے اور سب سے پہلے

وصف نبوت سے متصف ہونے والے یوم میثاق سب سے پہلے ملی کہنے والے قبر
مبارک سے سب سے پہلے اٹھنے والے جنت میں سب سے پہلے جانے والے۔ سب
سے پہلے جنت کا دروازہ کھلوانے والے عرصات محشر میں بحضور سب سے پہلے سجدہ
فرمانے والے اور امت کی سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے بھی حضور ﷺ ہی
ہیں۔ غرضیکہ ہر موقع پر اول ہونے کا سہرا بھی حضور سرور عالم ﷺ ہی کے سر پر ہے۔
علامہ اقبال علیہ السلام عرض کرتے ہیں۔

نیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے

نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

اگرچہ وجود غصری کے لحاظ سے بظاہر سب سے پہلے ہونے والے رسول
حضرت آدم علیہ السلام کی ذات اقدس ہے لیکن اولاً بالذات باعتبار خلق و اتصاف نبوت
اولیت کا سہرا ہمارے ہی طیب و طاہر مقدس رسول ﷺ کو حاصل ہے جس میں آپ
کا کوئی سہیم و شریک نہیں ہے۔ حتیٰ کہ آپ کو اس وقت وصف نبوت سے متصف کر دیا
گیا تھا جب کہ آدم علیہ السلام میں فح روح بھی نہ ہوا تھا۔ حدیث ترمذی میں فرمایا:

اَدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ كُنْتُ نَبِيًّا وَاَدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ -

(ترمذی)

مجھے اس وقت نبوت مل گئی تھی جب کہ آدم روح و جسم کے درمیان تھے۔ میں
اس وقت نبوت سے سرفراز ہو گیا تھا جبکہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

حدیث بالا کا یہ مطلب لینا درست نہیں ہے کہ حضور ﷺ علم الہی میں نبی تھے۔
کیونکہ نبوت ایک وصف ہے اور اس کیلئے ذات کا ہونا ضروری ہے اب اگر ذات نبوی
کا ظہور ہی نہیں ہوا تھا تو وصف نبوت سے کیسے سرفراز کیا گیا۔

ثانیاً مقام مقام مدح بھی ہے اور علم الہی میں تو سب انبیاء ہی نبی تھے پھر آپ

کی کیا تخصیص ہوئی اور آپ کی مدح کا پہلو کیا قرار پایا؟

ثالثاً حقیقت جب معجز ہو یا کوئی قرینہ صارفہ ہو تو پھر مجازی معنی لیتے ہیں اور یہاں حدیث کے حقیقی معنی ترک کرنے کیلئے نہ کوئی قرینہ ہے اور نہ ہی کوئی مانع۔

رابعاً نبی کریم ﷺ نے خود تصریح فرمائی ہے کہ كُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ میں سب انسانوں میں بلحاظ پیدائش اول ہوں۔ اس لئے حدیث بالا کا حقیقی معنی ہی لیا جانا اور ماننا ضروری ہے۔ لہذا حدیث بالا کا مفہوم صحیح یہ ہی ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ اس وقت نبوت سے نوازیے گئے تھے۔ جبکہ آدم میں نفع روح بھی نہ ہوا تھا یعنی خلعت نبوت حضور ﷺ کو اس وقت پہنایا جا چکا تھا جبکہ ابوالبشر آدم ﷺ نے ابھی خلعت وجود بھی نہیں پہننا تھا۔ چنانچہ علامہ حافظ خفاجی رحمہ اللہ شرح شفا میں فرماتے ہیں۔ حدیث كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالْطِّينِ سے واضح ہوا کہ نبی ﷺ کو پیدائش آدم سے پہلے ہی نبوت و رسالت سے حقیقتاً سرفراز فرما دیا گیا تھا اور جیسے صفت وجود میں آپ سب سے مقدم ہیں ایسے ہی صفت نبوت میں بھی آپ سب سے مقدم و اول ہیں۔

(۲) حضور نبی کریم ﷺ آخر بھی ہیں۔ سب سے آخر میں آپ کا ظہور ہوا۔ آپ کی ذات اقدس پر دین کی تکمیل ہوئی۔ آپ کا دین اسلام بھی آخری دین ہے اور آپ پر نازل شدہ وحی (قرآن) بھی آخری ضابطہ حیات ہے۔ قیامت تک آپ کے ہی دین کو بقاء ہے۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ۔ (سورہ مائدہ آیت ۳)

آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔ اب نہ کسی اور دین کی ضرورت ہے اور نہ شریعت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ مجھے اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر آج جناب موسیٰ ﷺ بھی دنیا

میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی..... مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعُنِي۔

شب معراج جب حریم حق میں آپ کی رسائی ہوئی اور مقام قَابِ قَوْسَيْنِ اُوْ اَذْنِي میں آپ کی باریابی ہوئی تو اللہ عزوجل نے بکمال لطف و کرم فرمایا۔

حَبِيبِي يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَيْلِكَ يَا رَبِّ قَالَ هَلْ عَمَلْتَ إِنْ جَعَلْتُكَ آخِرَ النَّبِيِّينَ قُلْتُ لَا يَا رَبِّ قَالَ حَبِيبِي هَلْ عَمَّ أُمْتُكَ إِنْ جَعَلْتُهُمْ آخِرَ الْأُمَمِ قُلْتُ لَا يَا رَبِّ قَالَ بَلَغَ عَنِّي السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُمْ إِنِّي جَعَلْتُهُمْ آخِرَ الْأُمَمِ۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۱۱۲)

اے میرے حبیب! میں نے عرض کی حاضر ہوں اے رب! ارشاد ہوا اگر ہم تمہیں آخری نبی بنادیں تو تم ناخوش تو نہ ہو گے۔ میں نے عرض کی اے میرے رب نہیں۔ فرمایا اگر تمہاری امت کو آخری امت بنادیں تو وہ ناخوش تو نہ ہوگی۔ میں نے عرض کیا نہیں اے پروردگار۔ فرمایا کہ اچھا تم اپنی امت کو میرا سلام کہنا اور انہیں بتادینا کہ میں نے انہیں آخری امت بنادیا ہے۔

پیچھے آنا ہے ترا ختم نبوت کی دلیل

اور سایہ کا نہ ہونا تری یکتائی ہے

سورہ احزاب میں فرمایا:-

وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ۔ (سورہ احزاب آیت ۴)

محمد ﷺ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔

خاتم کے معنی آخری رسول کے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں عاقب ہوں۔

الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيُّ بَعْدِي۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۳)

جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں انبیاء کا خاتم ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے
بَيْنَ كَتَفَيْ اَدَمَ مَكْتُوبٌ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ۔

(خصائص کبریٰ ج ۷)

دونوں شانوں کے درمیان لکھا تھا محمد رسول اللہ خاتم النبیین۔

ذَهَبَتِ النَّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ اِنْقَطَعَتْ
فَلَا نَبِيَّ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدِي۔ (ابو یعلیٰ۔ ابن خزیمہ)

نبوت تو ختم ہوئی البتہ مبشرات باقی ہیں۔ رسالت اور نبوت دونوں ختم ہو گئیں
اب میرے بعد نہ کوئی نبی ہوگا نہ رسول۔

حدیث مسلم میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد
آخری مسجد ہے۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ جیسے حضور آخری رسول ہیں۔ حضور کے بعد
کوئی رسول نہیں۔ ایسے ہی انبیاء کرام کی تعمیر کردہ مساجد میں مسجد نبوی آخری مسجد ہے۔
چنانچہ دیلمی و بزاز کی حدیث سے اس امر کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں۔

اَنَا خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِي خَاتَمُ مَسَاجِدِ الْأَنْبِيَاءِ۔

میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد انبیاء کرام کی بنائی ہوئی مسجدوں میں آخری
مسجد ہے۔

اس لئے انبیاء کرام کی بنائی ہوئی مسجدوں میں مسجد نبوی خاتم المساجد ہے۔

کتاب و سنت کی ان تصریحات جلیلہ سے واضح ہوا کہ حضور قصر نبوت کی
آخری کڑی ہیں۔ قصر نبوت اپنے جملہ محاسن اور خوبیوں کے ساتھ مکمل ہو گیا۔ اس لئے
ضروری ہوا کہ عالم کی ابتداء میں انبیاء کرام کی بعثت کی جو اطلاع دی گئی تھی اس کی انتہاء
پر سلسلہ نبوت کے خاتمہ کا بھی اعلان کر دیا جائے لہذا نعمتوں کا اتمام دین کا اکمال اور

نبوت و رسالت کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے جب وہ کسی چیز کو ختم فرماتا ہے تو
کامل ہی ختم کرتا ہے ناقص نہیں ختم کرتا۔ نبوت اپنے کمال کو پہنچ گئی ہے اس لئے یہ
منصب ہی ختم کر دیا گیا۔ اب نہ کوئی رسول پیدا ہوگا نہ نبی نہ تشریحی اور نہ غیر تشریحی اور
ظلی و بروزی کی لائینی اصطلاح کا تو دین میں تصور ہی نہیں ہے۔ غرضیکہ نبوت کا ختم
ہونا۔ خدائی نعمت کا اتمام اور دین کا انتہائی عروج و ارتقاء ہے جو بجائے خود اللہ تعالیٰ کی
عظیم و جلیل نعمت ہے۔

اگر علم ازلی میں کچھ اور افراد کیلئے نبوت مقرر ہوتی تو حضور ﷺ کی تشریف
آوری کا زمانہ اور مؤخر ہو جاتا۔ لیکن چونکہ آپ سلسلہ انبیاء میں آخری رسول ہیں۔
اس لئے آپ کی آمد ہی اس وقت ہوئی۔ جبکہ جس قدر انبیاء کا آنا مقدر تھا۔ اس کا
ایک ایک فرما چکا۔ اب اگر آپ کے بعد بھی کسی کیلئے نبوت سے سرفرازی مان لی
جائے تو پھر آپ کو آخری نبی کہنا ایسا ہی ہوگا۔ جیسے درمیانی اولاد کو آخری اولاد کہنا اس
لئے حضور خاتم النبیین ﷺ کے ظہور کے بعد کسی کو نبی تسلیم کرنا آیت خاتم النبیین کا
انکار اور کفر جلی ہے۔ کتاب و سنت سے یہ امر بھی واضح ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام
میں سے کسی نے بھی خاتم النبیین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء
پر نازل شدہ کتاب اور صحیفوں میں ان انبیاء کو آخری رسول یا آخری نبی قرار دیا۔ بلکہ
انبیاء سابقین کی سنت تو یہ رہی کہ وہ اپنے بعد دیگر انبیاء کرام خصوصاً حضور سرور عالم
ﷺ کی تشریف آوری کا مژدہ سناتے رہے اور آپ کے فضائل و مناقب اور
خصائص اور آپ کے مرتبہ کی عظمت و رفعت کا ذکر کرتے رہے۔ چنانچہ شیخ الانبیاء
حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے حضور کی بعثت کی دعا فرمائی اور حضرت مسیح کلمۃ اللہ عیسیٰ
علیہ السلام کے فرائض نبوت کا تو ایک فرض ہی یہ قرار پایا کہ وہ یہ اعلان کر دیں کہ میں رسول
محترم و مکرم ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت دینے آیا ہوں۔ جن کا نام نامی اسم

گرامی احمد رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

ہوئی پہلے آمنہ سے ہوید

دعاء خلیل و نوید میا

انبیاء سابقین کا اپنے بعد خصوصاً حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دینا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ انبیاء سابقین میں کوئی بھی حضور کے سوا خاتم النبیین نہ تھا۔ ان انبیاء میں اگر کوئی خاتم النبیین ہوتا تو شیخ الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام حضور کی بعثت کی دعا اور آخری مژدہ حضرت مسیح کلمۃ اللہ اپنے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت کبھی نہ دیتے۔ غرضیکہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی ہی اس وقت جبکہ جس قدر انبیاء کرام مقدر تھے۔ ان کا ایک ایک فرد آچکا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کے منصب پر فائز کر کے سلسلہ نبوت ہی کو ختم فرمادیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعت کو آخری شریعت قرار دے دیا۔ لہذا اب قیامت تک فلاح و فوز کا ذریعہ اور وسیلہ صرف اور صرف ہمارے ہی مقدس رسول حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین ہونے کے ساتھ ساتھ رحمۃ للعالمین بھی بنایا۔ جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ رسول خاتم بذات خود تمام جہانوں کیلئے رحمت و برکت ہیں۔ اس لئے ختم نبوت سے رحمت الہی کا دروازہ بند نہیں ہوا بلکہ نئی رحمت کے ذریعہ نزول رحمت باری کو حیاتِ سرمدی ملی ہے۔ اس لئے اب قیامت تک رحمت باری و انوار و برکاتِ صمدی کا نزول ہوتا رہے گا۔ توحید کی شمع جلتی رہے گی، ایمان کے پھول کھلتے رہیں گے، انوار کی بارش ہوتی رہے گی۔ ایقان کا دریا بہتا رہے گا۔ حق و صداقت کے چراغ چمکتے رہیں گے۔ رشد و ہدایت کے تارے دکھتے رہیں گے۔ فکر کی تلخیر دماغ کی تنویر۔ نفس کا تزکیہ اور روح کی آسودگی کے سامان مہیا ہوتے رہیں گے۔ خاتم النبیین و رحمۃ للعالمین کے صدقہ اور طفیل بنی نوع انسان قیامت تک

فیوض و برکات الہیہ سے مستفید و مستیز ہوتی رہے گی۔

الغرض ہمارے آقا و مولا آئے نبیوں کے امام اور رسولوں کے خطیب آئے وہ آئے جو ہدایت کی ایسی شمع ہیں جس میں دھواں نہیں رسالت کا ایسا پھول ہیں جس میں خار نہیں ان کی تابش خاک پاغازہ روئے قدسیاں ہے اور ان کی صورت حق نما آئینہ جمالِ کبریا ہے۔ وہ آئے اور تمام تر زیبا نیوں اور رعنائیوں کے ساتھ آئے۔ نیابت بھی آپ پر ختم ہوئی اور نبوت بھی۔ معرفت بھی آپ پر ختم ہوئی اور حکمت بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو مخلوق الہی کو حیاتِ سرمدی ملی۔ قلب و نگاہ کی تطہیر ہوئی۔ عظمتِ انسانیت کی تکمیل اور سرزمین بے آئین میں حکومتِ الہیہ کی تشکیل ہوئی۔

آئے جو یہاں حبیبِ رحمن پیچھے یعنی شہِ مُرسلانِ ذیشان پیچھے کیا منکروں کو اس میں جائے جت؟ فوج آگے رہا کرتی ہے سلطان پیچھے (۳) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ظاہر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا فرمایا کہ قرآن نے وضاحت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری سے قبل اہل کتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے فتح کی دعا کیا کرتے تھے اور کفار مکہ کی تو کیفیت یہ تھی۔

يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۱۲۶)

اس نبی کو پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

وجود محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا یہ عالم تھا کہ چاند اشارے سے دو ٹکڑے ہوا۔ دُوبا ہوا سورج پلٹ آیا۔ درختوں، جانوروں اور پتھروں نے آپ کو سجدہ کیا اور بزبانِ فصیح آپ کا کلمہ پڑھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

إِنِّي لَا عَرَفَ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ إِنِّي لَا عَرَفَهُ الْإِن۔ (مسلم)

میں مکہ کے اُس پتھر کو آج بھی پہچانتا ہوں جو بعثت سے قبل بھی مجھے سلام کہتا تھا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص کبریٰ میں اس مضمون کی حدیثیں ذکر کی ہیں۔ جنت کی ہر چیز پر حوروں کی پیشانیوں پر جنت کے درختوں اور ان کے پتوں پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کے الفاظ مسطور ہیں۔ جناب آدم علیہ السلام آنکھ کھولتے ہیں تو عرشِ اعظم پر اللہ کے نام کے ساتھ حضور کا نام لکھا ہوا پاتے ہیں۔ غرضیکہ خطبات میں کلمہ میں اذان و اقامت میں عبادات میں تمام اعمالِ خیر میں اور قلبِ مسلم میں آپ کا ہی ظہور ہے۔ علامہ اقبال عرض کرتے ہیں۔

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است
(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم باطن بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فکرِ انسانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و مقام اور آپ کے فضل و کمال کے اظہار و بیان سے عاجز ہے۔ قرآن نے جہان کی نعمتوں اور اس کے ساز و سامان کو قلیل قرار دیا ہے لیکن حضور کے خلقِ جمیل کو اور آپ کی ذات پر اللہ کے فضل و کرم کو عظیم بتایا ہے۔

إِنَّا لَنَلْقَىٰ خُلُقِي عَظِيمًا۔ (سورۃ قلم آیت ۴)

بیشک آپ خلقِ عظیم والے ہیں۔

وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ (سورۃ نساء آیت ۱۱۳)

جس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ پیشگاہِ الہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ فضل و کمال اور مرتبہ و مقام عطا ہوا ہے جو انسان کی سرحدِ عقل سے ماوراء ہے۔ خود ان کا رب کریم انہیں مخاطب بنا کر فرماتا ہے کہ میں نے آدم علیہ السلام کو صفی کے مرتبہ پر فائز فرمایا تو آپ کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز بخشا اور میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو مجھے آپ سے زیادہ عزت و کرامت والی ہو۔

مَا خُلِقْتُ خَلْقًا أَكْرَمَ مِنْكَ عَلَيَّ۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۳)

رسل ملائکہ کے سرخیل اور نوریوں کے شہنشاہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بحضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم عرض کرتے ہیں۔

قَلْبُكَ مَشَارِقُ الْأَرْضِ وَمَغَارِبُهَا فَلَمْ أَجِدْ رَجُلًا أَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو کھنگال ڈالا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کسی کو نہ پایا۔

اسی لئے غالب کو عرض کرنا پڑا کہ

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم کاں ذاتِ پاک مرتبہ دان محمد است
اور حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں۔

گس ز سرِ عبدہ آگاہ نیست عبدہ جز سرِ لا اللہ نیست
عبدہ از فہم تو بالاتر است ز آنکہ اوہم آدم وہم جوہر است
یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ علامہ اقبال کے یہ اشعار محض شاعرانہ تخیل پر مبنی نہیں ہیں بلکہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہیں۔ جیسے خاتم النبیین ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خصوصی وصف ہے ایسے ہی صفتِ انبیاء میں آپ کا عبد اللہ ہونا بھی ایک مقام ہے۔ یعنی آپ صرف معنی ترکیبی کے لحاظ سے عبد اللہ نہیں ہیں بلکہ انبیاء میں آپ کا عبد اللہ ہونا بھی خاتم النبیین ہونے کی طرح ہے۔ بموجب حدیث مشکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے ہیں۔ جو اگرچہ سب کے سب عبدِ الہی ہیں مگر قرآن مجید میں بطور لقب صرف حضور ہی کی ذاتِ اقدس پر لفظ عبد اللہ کا اطلاق ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ فَلَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ أَوْ حُضُورُكَ ارشاد ہے۔ اِنِّی عَبْدُ اللَّهِ وَخَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ میں عبد اللہ ہوں اور خاتم النبیین۔ اس لئے آپ کے عبد اللہ ہونے کی عظمت کا ادراک بھی فکرِ انسانی سے بالاتر ہے اور لفظ عبد اللہ کی عظمت و رفعت کا

اندازہ شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی رحمہ اللہ کے اس مکاشفہ سے لگایا جاسکتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ مجھ پر مقام عبدیت سُوی کے ناکے کے برابر منکشف ہوا تو اس کی تاب نہ لا سکا قریب تھا کہ جل جاتا۔

(۵) بارگاہِ الہی سے حضور سرور کائنات ﷺ کو علم و معرفت کی دولت بھی عطا ہوئی ہے اس لئے آپ علیم بھی ہیں۔ علومِ اولین و آخرین سے آگاہ اور ذات و صفاتِ الہی کے سب سے زیادہ عارف سورہ نساء میں حضور ﷺ کو خطاب بنا کر فرمایا گیا۔

وَعَلَّمَكُمَا مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُونَ۔ (سورہ نساء آیت ۱۱۳)

اور سکھادیا آپ کو جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔

تو حضور ﷺ تلمیذِ ربِّ العلمین ہیں۔ شاگردِ استاد کی قابلیت کا نمونہ ہوتا ہے۔ استاد کامل ہو تو شاگرد میں استاد کے علم و فضل کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

حضور فرماتے ہیں۔

عَلَّمَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَعْلِيمِي۔

مجھے میرے رب نے پڑھایا اور بہترین تعلیم دی۔

وَأَذَانِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيبِي۔

مجھے میرے رب نے آداب سکھائے اور بہترین آداب سکھائے۔

حضور سرورِ عالم ﷺ کے اعزازِ علمی کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ فرما کر آپ کو بے مانگے شرح صدر کی دولت عطا فرمائی اور اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ فرما کر کتاب و حکمت سے آپ کے سینہ اقدس کو ممتاز و مشرف فرمایا۔ آپ کے سینہ مبارک کو چاک کیا گیا اور قلب مبارک کو سنہری طشت میں غسل دے کر

ثُمَّ مَلَأَ اِيْمَانًا وَحِكْمَةً ثُمَّ اَعْيَدَ مَكَانَهُ۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۶۳)

ایمان و حکمت سے بھر کر سینہ اقدس میں رکھ دیا گیا۔

یہ شوقِ صدر بھی عجیب اندازِ دلواؤں سے ہوا نہ کوئی نشتر استعمال ہوا اور نہ تکلیف ہوئی اور نہ خون نکلا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے سینہ مبارک میں شکاف کے سینے ہوئے نشان دیکھے۔ کُنْتُ اَرَى اَثَرَ الْمَخِيطِ فِي صَدْرِهِ۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۶۳)

شرح صدر کی اسی کیفیت کو حضور سرورِ عالم نور مجسم ﷺ نے یوں بیان فرمایا کہ میں نے اپنے ربِّ کریم کو بہترین صورت (جلی) میں دیکھا۔ پھر اللہ نے اپنا ہاتھ (بد قدرت) میرے سینے کے درمیان رکھا اور اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک میرے قلب نے محسوس کی۔

فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ۔ (مشکوٰۃ باب المساجد)

تو میں نے اشیاءِ زمین و آسمان کو جان لیا۔

الغرض یہ شان و عظمت ہے طیب و طاہر سید و رہبر رسول ﷺ کی کہ آپ رسولِ اوّل بھی ہیں اور رسولِ آخر بھی۔ آپ کی رسالت عالمگیر اور آپ کی نبوت جہانگیر ہے اور اب آپ کی اطاعت و اتباع کے بغیر نجات ناممکن ہے اور پاکستان کی حفظ و بقاء اور استحکام حضور ﷺ ہی کے لائے ہوئے ضابطہ حیات دین اسلام کو دل و جان سے قبول کرنے اور عملی طور پر اُسے نافذ و جاری کرنے میں ہے۔



خیر البشر خیر الوری ﷺ

(۱) چمن دھرمیں وہ رات بہت ہی مقدس ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی آخری وحی قرآن مجید کا نزول ہوا۔ ہزار ماہ کی عبادت و ریاضت اس ایک رات میں ہونے والی عبادتوں اور ریاضتوں سے سبقت لے گئی صدیاں گزر گئیں مگر اس رات کی برکتوں میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوا۔ ہر سال جب لیلۃ القدر آتی ہے تو اپنے دامن میں وہی سعادتیں اور برکتیں بھر کر لاتی ہے جو اسے صدیوں پہلے وحی الہی کے نزول کے سبب مرحمت ہوئی تھیں۔ جب نزول قرآن کی رات کا یہ عالم ہے تو وہ صبح سعادت کیسی عظمتوں برکتوں اور سعادتوں کی حامل ہوگی۔ جس میں نیر برج ہدی مہبط وحی خدا ختم خلیل انبیاء سرچشمہ حسن و ضیاء محبوب ذات کبریا، خیر البشر و خیر الوری حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء نے صحن عالم میں جلوہ گری فرمائی۔ وہ ساعت ہمایوں جو دیوانِ قضا میں حضور سرور کائنات ﷺ کی آمد کیلئے مقرر ہوئی۔ بلاشبہ بیشمار سعادتوں اور برکتوں کی تجنیہ ہے۔ جب وہ صبح بہار آتی ہے۔ جس میں جان کائنات اس دنیائے آب و گل میں رونق افروز ہوئے تو رحمت الہی اور عنایت ربانی کے صدا بہار پھولوں کی بارش شروع ہو جاتی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے عالم انسانیت کو بیشمار نعمتوں سے نوازا ہے اس کی ہر نعمت اس کے لطف و کرم کی آئینہ دار ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا

کردہ نعمتوں کا ذکر کرنے اور ان پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ مژدہ بھی سنایا ہے کہ ذکرِ نعمت اور شکرِ نعمت مزید نعمتوں کے حصول کا سبب ہے۔

اَذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

اے ایمان والو! اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرو اگر تم شکر کرو گے تو ہم اپنی مہربانیوں میں اضافہ کریں گے۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے افضل و اکرم نعمت حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے اس نعمت بیکراں کی قدر و قیمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے عطیہ پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان جتایا ہے۔ سورہ آل عمران میں فرمایا۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۶۴)

بیشک اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا۔ جبکہ انہیں ان ہی میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا جو انہیں آیاتِ الہی سناتا ہے۔ انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت حضور ﷺ ہی کی ذاتِ اقدس ہے جب عام نعمتوں کا ذکر اور ان پر شکر بجالانا لازم ہے تو یقیناً اس ہستی مقدس کا ذکر بھی قوم مسلم پر واجب ہے جو نہ صرف تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی مزید نعمتوں کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اب جس قدر نعمتیں حاصل ہوں گی۔ خواہ وہ مادی ہوں یا روحانی، دینی ہوں یا دنیوی، فانی ہوں یا باقی، آنی ہوں یا جاودانی سب حضور ﷺ ہی کی برکت اور تصدق سے حاصل ہوں گی۔

(۳) یہ بدیہی بات ہے کہ توحید کا ادراک وحدانیت کا عرفان احکام الہیہ کی تعلیم

عبادات و معاملات کی تفہیم اور نظام الہی کی تمیز حضور ﷺ ہی کی ذات والا صفات کی مرہونِ منت ہے۔ حضور ﷺ کی ذات اقدس وہ نعمتِ عظمیٰ ہے جو خود رحمتِ مجسم اور محبوبِ خدا ﷺ ہے اور جس کے فیوض و برکات کا نظارہ کر کے حکیم امتِ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کو کہنا پڑا۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر

وہی قرآن وہی فرقان وہی یسین وہی طہ

(۴) یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ ذکرِ الہی اور اطاعتِ الہی دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اسی طرح ذکرِ رسول اور اتباعِ رسول بھی جدا جدا حقیقتیں ہیں اور کتاب و سنت میں دونوں کے احکام بھی الگ الگ بیان ہوئے ذکرِ الہی وجہِ منفعتِ دین و دنیا اور باعثِ تسکینِ قلب ہے تو اس ہستی مقدس کا ذکرِ جمیل بھی روحانی و مادی نعمتوں کے حصول کا مرکز ہے۔ جس کی ذات ستودہ صفات پر خود خالق کائنات درود و سلام بھیجتا ہے اور جو وجہِ تگوتین کائنات اور سرچشمہ حسنات و برکات ہے۔ جس کی صورت حق نما آئینہ جمالِ حق ہے اور جس کی تابشِ خاکِ پاغازہ روئے قدسیاں ہے..... جس کی نبوت عالمگیر ہے اور جس کی رسالت جہاںگیر ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ جس کی شان ہے اور حریمِ کبریا جس کا مکان ہے۔ عرشِ بریں جس کا ایوان ہے اور جبرائیل امین جس کا دربان ہے جس کی اطاعت اطاعتِ یزداں ہے اور جس کا فعل فعلِ سبحان ہے۔ جس کی بیعت بیعتِ رحمان ہے اور جس کا اسوۂ تفسیر قرآن ہے۔ جس سے محبت روحِ ایمان ہے اور جس سے عقیدتِ ایمان کی جان ہے۔

(۵) حضور سرورِ عالم ﷺ کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وَرَفَعْنَا لَكَ

ذِكْرَكَ کا اعزاز عطا فرما کر دنیا و آخرت میں آپ کے ذکر کو بلند فرمادیا ہے۔ صحابی رسول حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ خطبات میں کلمہ میں اذان و اقامت میں ذکرِ خدا

کے ساتھ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ بھی ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتُ مَعِيَ۔ (خصائص کبریٰ سیوطی)

اور اے رسول جب میرا ذکر ہوگا تو تیرا بھی ذکر ہوگا۔

ابتدائی دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شمشیر بکف حضور ﷺ کی حفاظت کیلئے پہرہ دیا کرتے تھے۔ ایک رات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حسب دستور پہرے میں تھے کہ سورہ مائدہ کی آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

إِنْصَرِفُوا قَدْ عَصَمَنِي اللّٰهُ۔ (ترمذی)

لوگو واپس ہو جاؤ میری حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے۔

اگرچہ آیت کا شانِ نزول خاص ہے۔ مگر اس کا عموم و اطلاق یہ بتاتا ہے کہ جب جسمِ نبوی حفاظتِ خداوندی میں آگیا۔ تو ذات کے ساتھ صفاتِ نبوی بھی اللہ کی حفاظت میں آگئے۔ پس جیسے قرآن حفاظتِ خداوندی میں آ کر تحریف و تبدیل اور باطل کی آمیزش سے محفوظ و معصون ہے اور ایک ابدی ضابطہ حیات ہے تو ایسے ہی حضور ﷺ کی ذات اقدس اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کا اعزاز پا کر ہر عیب و نقص سے پاک طیب و طاہر اور معصوم ہے۔ دین کا مرکز اور شریعتِ اسلامیہ کا ابدی منبع ہے اور حفاظتِ خداوندی میں آ کر آپ کے قول و عمل اور سیرت و کردار کا باطل کی آمیزش سے پاک رہنا ضروری و لازمی ہے۔ آیت لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ میں حضور ﷺ کے اسوۂ مبارکہ کو زندگی کا لائحہ عمل بنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس آیت پر اسی صورت میں عمل ممکن ہے۔ جبکہ آپ کی سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ قیامت تک محفوظ شکل میں موجود رہے۔

(۶) حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات اقدس کا احترام و اکرام اور آپ سے محبت و عقیدت سب فرائض سے اہم فرض ہے۔ سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے قومِ مسلم کو

حضور اکرم ﷺ سے محبت رکھنے کا مکلف بنایا ہے۔ آپ سے محبت دین حق کی شرط اول ہے۔ اس میں اگر خامی ہو تو سب کچھ نامکمل ہے۔ یہ محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے اور دنیا جہاں کی محبتوں پر آپ کی محبت کو غالب کر دینے کا نام اسلام ہے۔ آپ کا ارشاد ہے۔

لَا يُؤْمِنُ مَنْ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

تم کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے باپ اور اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ اسے پیارا نہ ہو جاؤں۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں نفسہ کے لفظ آئے ہیں۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مومن وہی ہے جو اپنی جان سے بھی زیادہ حضور ﷺ کو محبوب رکھے۔

عبادت الہی کی اہمیت محتاج بیان نہیں ہے۔ جن و انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت ہی ہے۔ لیکن سورہ فتح کی آیت وَتَعَزَّزُوهُ وَتُقَرِّوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَأَصِيْلًا میں رسول کریم کی تعظیم و توقیر کو عبادت سے پہلے ذکر کیا گیا۔ اس آیت میں سب سے پہلے اللہ اور رسول پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر کا حکم ہے۔ تیسرے درجہ پر عبادت خداوندی کا ذکر ہے۔ ایمان اور عبادت کے درمیان تعظیم رسول کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ ایمان کے بغیر تعظیم رسول کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور تعظیم رسول کے بغیر عبادت کا رآ مد نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی تعظیم و توقیر اور آپ سے محبت و عقیدت کے بغیر نہ عبادت مقبول ہے اور نہ کوئی نیک عمل باعثِ اجر و ثواب ہے۔ حضور سید عالم ﷺ سے محبت کا معیار آپ کا اتباع اور آپ کی پیروی ہے۔ ارشاد باری ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ۔

اے رسول محترم ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ محبت رسول کی علامت اتباع رسول ہے جو گروہ سنت رسول کا قبیح ہوگا۔ وہی صحیح معنوں میں اللہ کا محبوب ہے لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا محض اتباع رسول معیار محبت ہے یا اس میں کوئی قید اور بھی ہے اگر مطلقاً اتباع رسول کو معیار قرار دیا جائے تو پھر وہ منافق جو حضور ﷺ کا بظاہر اتباع کرتے تھے اللہ کے محبوب قرار پا جائیں گے۔ کیونکہ کتاب و سنت سے یہ واضح و ثابت ہے کہ منافقین بھی کلمہ پڑھتے۔ نمازیں ادا کرتے۔ زکوٰۃ دیتے اور جہاد میں شریک ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ بخاری شریف کی حدیث میں یہاں تک تصریح ہے کہ آخر زمانہ میں ایک گمراہ قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی۔ مگر قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا۔ سچے اور مخلص مسلمان ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اپنی نمازوں کو حقیر جانیں گے تو اگر محض اتباع رسول کو معیارِ حب خدا اور رسول مانا جائے تو منافقین باوجود بے دین ہونے کے اللہ کے محبوب قرار پا جائیں گے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ منافق ہرگز اللہ کا محبوب نہیں ہو سکتا۔ اس اشکال کی توضیح یہ ہے کہ بیشک اللہ کا محبوب بننے کے لئے اتباع و اطاعت رسول ہی معیار ہے۔ مگر محض اتباع نہیں۔ وہ اتباع جو متبوع و مطاع کی عظمت و محبت سے خالی ہو۔ وہ اتباع نہیں۔ صرف نقالی ہے۔ منافقین کی یہی کیفیت تھی کہ وہ بظاہر حضور ﷺ کا اتباع کرتے تھے۔ مگر ان کے دل عظمت و محبت رسول ﷺ سے خالی تھے۔ اس لئے وہ لاکھ اتباع کریں۔ اللہ کے محبوب نہیں بن سکتے اور فالتبعون فی میں جو اتباع مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی عظمت اور آپ کی محبت کے نشہ میں مخور و سرشار ہو کر آپ کا اتباع کیا جائے اور بتقاضائے عقیدت و ارادت آپ کی اطاعت اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو اپنایا جائے۔ الغرض مومن کامل بننے اور اللہ کا محبوب

ہونے اور اسلامی نظام کے برکات و حسنات سے مستفید ہونے کی بنیادی شرط حضور ﷺ سے عقیدت و محبت اور آپ کی محبت میں سرشار و غمخور ہو کر آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہے۔

(۸) حضور سرور کائنات ﷺ کے منصب رسالت کو سمجھنے کیلئے یہ بنیادی بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ آپ محض ایک قاصد پیام بر۔ اپنی یاد دہانی و حاکموں کی طرح ایک حاکم اور بادشاہ ہرگز نہ تھے۔ آپ کے منصب کی یہ کیفیت بھی نہ تھی کہ کسی مجلس مشاورت نے آپ کو اسلامی ریاست کا سربراہ منتخب کر لیا تھا یا آپ از خود ذاتی حیثیت میں اس منصب پر فائز ہو گئے تھے۔ بلکہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم نائب اکبر اور اس کی ذات و صفات کے مظہر اتم اور مامور من اللہ تھے اور ہیں۔ جیسے آپ کی نبوت وہی ہے ایسے ہی آپ کے مناصب بھی عطیہ خداوندی ہیں۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں آپ کے منصب جلیل کا بیان ہے۔ اس امر کی تصریح ہے کہ حضور ﷺ مستقل طور پر مطاع۔ آمر۔ اور نای ہیں۔ آپ کی اطاعت کسی زمانہ کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ آپ کی اطاعت ہی اطاعتِ خدا ہے۔ سورہ نساء میں فرمایا۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔

جس نے رسول کریم ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

سورہ نساء ہی میں یہ تصریح بھی ہے کہ تمام دینی و دنیوی معاملات میں آپ کی حاکمیت کو دل و جان قبول کرنا مومن ہونے کیلئے لازمی شرط ہے۔ جو لوگ حضور ﷺ کی حاکمیت مطلقہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ مومن نہیں ہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔

(سورہ نساء آیت ۶۵)

اے رسول تمہارے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک اپنے تمام معاملات میں تمہارا حکم نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ آپ فیصلہ کریں۔ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے آپ کے فیصلوں کو تسلیم کریں۔

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔

یہ رسول جو کچھ حکم دیں اسے لے لو جس سے منع کریں۔ اس سے رُک جاؤ..... سورہ اعراف میں فرمایا:

يَا مَعْرُوفُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْغَبِيَّاتِ۔ (سورہ اعراف آیت ۱۵۷)

وہ ان کو معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے ان کو روکتا ہے اور ان کیلئے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے۔

سورہ اعراف اور سورہ حشر کی آیات میں امر و نہی اور تحلیل و تحریم کو حضور ﷺ کا فعل قرار دے کر آپ کے تشریحی اختیارات کو بیان کیا گیا ہے۔ ان آیات میں قرآن کے امر و نہی اور تحلیل و تحریم ذکر نہیں ہے۔ جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ اللہ کی طرف سے امر و نہی اور تحریم و تحلیل صرف وہی نہیں ہے جو قرآن میں بیان ہوئی ہے بلکہ جو کچھ نبی کریم ﷺ نے حرام یا حلال قرار دیا ہے اور جس چیز کا حضور ﷺ نے حکم دیا ہے یا جس سے منع فرمایا ہے وہ بھی قانون خداوندی کا ایک حصہ ہے۔ چنانچہ سورہ حشر میں فرمایا:

اسی طرح سورہ فل میں آپ کے شارح کتاب اللہ ہونے کے منصب کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ۔ (سورہ فل ۴۳)

اور اے نبی یہ ذکر (قرآن) ہم نے تمہاری طرف اس لئے نازل کیا ہے کہ

لوگوں پر واضح کر دو اس تعلیم کو جو ان کی طرف کی گئی ہے۔

سورہ جمعہ میں حضور ﷺ کے اس منصب کا بیان ہے کہ آپ کا فرض صرف آیات قرآنیہ کو سنا دینا ہی نہیں بلکہ نفوسِ انسانی کا تزکیہ اور قرآن و حکمت کی تعلیم دینا بھی ہے۔ الغرض مذکورہ بالا آیات سے آفتابِ نیمروز کی طرح واضح و ثابت ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ قرآن کے حقیقی مفسر اور وحیِ الہی کے آخری شارح ہیں۔ آپ مرضیِ الہی کے ترجمان ہیں اور حق و باطل کا معیار ہیں دین کا مرکز اور شریعت کا محور ہیں۔ جسے آپ کی طرف سے سندِ قبولیت عطا ہوئی وہ معروف ہے اور جسے آپ نے رد فرما دیا وہ منکر ہے۔ آپ کی ذاتِ اقدس قیامت تک کیلئے روشنی کا مینار ہے۔

جب تک یہ بزمِ آب و گل باقی ہے افضل الرسل خاتم الانبیاء سرورِ کونین رحمۃ العلمین کی سیرت مقدسہ بنی نوع انسان کیلئے نسخہِ کیما و اور شفاءِ کامل ہے۔ اسلام کا دائمی معجزہ اور حجت بالغہ قرآن کے بعد صرف صاحبِ قرآن ہی کا اسوۂ حسنہ ہے۔ موجودہ عہدِ زوال میں ہماری صفوں میں اتحاد و اتفاق اور قومی یکجہتی پیدا ہو سکتی ہے تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ ہم اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی کریں ہمارے دلوں کی دنیا عشقِ رسول ﷺ سے منور و تاباں ہو۔ ہماری شوکت و عظمت کا راز بلاشبہ اسوۂ رسول ﷺ کے اتباع میں ہے اور ہماری قومی یکجہتی کی سب سے مضبوط بنا عشقِ رسول ﷺ ہی ہے۔



ثنائے سرکار ﷺ ہے وظیفہ

حضور سے محبت

حضور نورِ مجسم سرورِ عالم ﷺ سے محبت و عقیدت ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے۔ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب نہ جانے۔

نیز فرمایا جن میں یہ تین خوبیاں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت کو پالیں گے۔ اول یہ کہ اللہ و رسول کی محبت سب سے زیادہ ہو۔ دوم یہ کہ اللہ کیلئے دوستی اور دشمنی رکھتا ہو۔ سوم یہ کہ کفر و شرک کو اتنا برا جانے جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔

(بخاری)

مسلم شریف کی حدیث کا مضمون ہے۔ ایک شخص بحضور نبوی ﷺ حاضر ہوا۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی۔ آپ نے فرمایا تو نے اس کیلئے کیا تیاری کی ہے۔ عرض کی:

يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَعَدَدْتُ لَهَا كَثِيرَ صَلَوةٍ وَلَا صَدَقَةٍ إِلَّا إِلَيَّ أَحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، قَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحَبَّكَ۔ (مسلم)

یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس کیلئے نہ تو کوئی زیادہ نمازیں پڑھی ہیں اور نہ ہی کوئی صدقہ وغیرہ زیادہ کیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو قیامت کے دن انہیں کے ساتھ ہوگا جن سے تو نے محبت کی ہے۔

منزل ملی مراد ملی مدعا ملا
مل جائیں گر حضور تو سمجھو خدا ملا

نوری شمعیں

امام ابو نعیم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن علیہ السلام سے حضور ﷺ کو بہت محبت تھی۔ ایک مرتبہ حضرت حسن علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں تھے۔ رات ہوگئی تاریکی چھاگئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ حسن جاؤ اپنی والدہ کے پاس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی سرکار انہیں میں پہنچاؤں۔ فرمایا نہیں۔

فَجَاءَتْ بِرَقَّةٍ مِنَ السَّمَاءِ مَعِيَ فِي ضَوْئِهَا حَتَّى بَلَغَ إِلَيَّ أُمِّي۔

(خصائص کبریٰ ص ۸ ج ۱)

سبحان اللہ! دنیا کے بادشاہ بجلی کے بلب جلا کر روشنی کرتے ہیں اور وہ بجلی کے محتاج ہیں مگر حضور سید المرسلین ﷺ کی نرالی شان ہے۔ یہاں ان مادی شمعوں کی ضرورت ہے نہ کسی برقی قوت کی یہاں تو قدرت انتظام کرتی ہے اور آپ کے فرزندوں کیلئے قدرتی شمعیں روشن ہو جاتی ہیں۔

صحابہ کی لاٹھیاں

امام ابو نعیم ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اندھیری رات میں

جب صحابہ کرام مسجد نبوی سے اپنے گھروں کو جاتے تو صحابہ کرام کی لاٹھیاں شمع بن جایا کرتی تھیں اور ان کی روشنی میں صحابہ تاریک راستوں کو طے کرتے تھے۔ ایک صحابی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

كَانَتْ لَيْلَةً مَطِيرَةً فَلَمَّا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَقَتْ بَرَقَةٌ۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۷۷ ملخص)

اندھیری رات میں جب حضور ﷺ مسجد کی طرف تشریف لے جاتے تو آسمان سے چمک پیدا ہوتی اور اس کی روشنی میں راستہ صاف نظر آنے لگتا۔

یہ تو ظاہر ہی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا جسم منور اور آپ کا چہرہ اقدس اس قدر روشن تھا کہ جیسے جہانگیر تاریکی میں آفتاب طلوع کر رہا ہے۔ آپ کے جسم شریف کی چمک دمک سے دیواریں روشن ہو جاتی تھیں۔ آپ کے تبسم کے وقت دندان مبارک سے وہ نور چھٹتا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہا عنہا اس روشنی میں اپنی گم شدہ سوئی تلاش کر لیتی تھیں۔ خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ الشَّمْسُ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۶۷۹)

إِذَا صَحِلَتْ يَتَلَأَلُوا الْجُذُرُ۔ (حوالہ مذکور)

گویا آفتاب چہرہ اقدس میں رواں ہے۔ جب آپ ﷺ تبسم فرماتے تو دندان مبارک کے نور سے دیواروں پر روشنی چھا جاتی۔

اس لئے ان شمعوں کا روشن ہونا اور آسمان سے چمک کا پیدا ہونا صرف اعزاز و اکرام مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کیلئے تھا۔

جن کے سچے سے لمحے جھڑیں نور کے

ان ستاروں کی نزہت میں لاکھوں سلام

جنت کا چشمہ

جب مہاجرین مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے، یہاں پانی کا شور تھا، مہاجرین کو پسند نہ آیا۔ بنی غفار کے ایک آدمی کی ملک میں ایک شیریں چشمہ تھا جس کا نام رومہ تھا۔ وہ اس کنویں کی ایک مشک نیم صاع میں فروخت کیا کرتے تھے۔ حضور مالک جنت محبوب رب العزت جل مجدہ نے اس شخص سے فرمایا:

بِعَيْنِهَا بَعِينَ فِي الْجَنَّةِ۔

یہ چشمہ میرے ہاتھ چشمہ جنت کے عوض بیچ ڈال۔

انہوں نے عرض کی حضور میری معاش اسی چشمہ سے وابستہ ہے۔ میرے بال بچے اسی چشمہ کی آمدنی سے پرورش پاتے ہیں۔ مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی آپ نے چشمہ کے مالک کو راضی کر لیا اور اس کو ۳۵ ہزار روپے میں خرید لیا۔ پھر خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ عرض کی حضور ﷺ اگر میں اس چشمہ کو خرید کر وقف کر دوں تو کیا سرکار مجھے بھی اس کے عوض جنت کا چشمہ عطا ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! عرض کی میں نے بیر رومہ خرید لیا ہے اور مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا ہے۔ (طبرانی)

قابل غور بات یہ ہے کہ حضور ﷺ جنت کے چشمہ کے عوض بیر رومہ کو خرید رہے ہیں۔ سب جانتے ہیں۔ خرید و فروخت میں ملکیت شرط ہے۔ جو چیز آپ کی ملکیت نہیں اس کو آپ کیوں کر بیچ سکتے ہیں۔ مگر یہ حضور نبی کریم ﷺ کی خصوصیت ہے کہ اللہ نے جنت کے چشمے بھی آپ کی ملکیت میں دے دیئے ہیں۔ اسی لئے اہلسنت حضور کو مالک جنت کہتے ہیں۔ اقبال نے شاید اسی حدیث کو پڑھ کر یہ شعر کہا تھا۔

تعب کی جا ہے کہ فردوسِ اعلیٰ

بنائے خدا اور بسائے محمد ﷺ

مالک جنت کون؟

اس کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حدیث اس باب میں مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اِشْتَرَى عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَنَّةَ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ رُومَةَ وَيَوْمَ جَيْشِ الْعُسْرَةِ۔ (رواہ الحاکم وابن عدی)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دو مرتبہ جنت خریدی۔ بیر رومہ کے دن اور جیشِ عشرہ کے دن۔

واضح ہو کہ جنت وہی بیچ سکتا ہے جو جنت کا مختار ہو یا مالک کی طرف سے اس کو اس میں تصرف کرنے کی اجازت بھی ہو۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ مالک جنت ہیں۔ چنانچہ اس سے زیادہ واضح الفاظ ذیل کی حدیث کے ہیں۔ جس میں حضور ﷺ نے طلحہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

لَكَ الْجَنَّةُ عَلَى يَا طَلْحَةُ غَدًا۔ (ابو نعیم)

طلحہ کل تمہارے لئے جنت میرے ذمہ پر ہے۔

بتائیے! جنت کا ذمہ کیا وہ لے سکتا ہے جو بالکل بے اختیار ہو؟ اسی حدیث سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کے معترف تھے۔ جب ان سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

ذَلِكَ اِمْرَأٌ يُذْغَى فِي السَّمَاءِ اَلْاَعْلَى ذُو النُّورَيْنِ كَانَ خَتَنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَنَتَيْهِ ضَمِنَ لَهُ، يَتَنَا فِي الْجَنَّةِ۔

(ابو نعیم)

عثمان وہ ہیں کہ بزمِ اعلیٰ میں ذوالنورین پکارے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ

کی دو صاحبزادیوں کے شوہر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان کیلئے جنت میں ایک مکان کی ضمانت فرمائی ہے۔

یہ بیان سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اب ان لوگوں سے پوچھئے جو عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسی مکرم و معظم شخصیت کی شانِ اعلیٰ کو گھٹاتے ہیں اور محبانِ علی رضی اللہ عنہ ہوتے ہوئے بھی علی رضی اللہ عنہ کی بات نہیں مانتے۔

شرح صدر

وہ موسیٰ کلیم اللہ تھے جنہوں نے جناب باری میں شرح صدر کی دُعا کی تھی اور ان کے مانگنے پر انہیں یہ دولت ملی تھی اور یہ حضور ﷺ ہیں۔ اللہ کے محبوب ہیں اور سب کے مطلوب ہیں۔ ان کا اعزاز و اکرام یہ ہے کہ بن مانگے فرمایا جاتا ہے۔

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔

محبوب ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لئے نہیں کھول دیا۔
یہ شرح صدر ہی کا نتیجہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کا سینہ علم و معرفت کا سمندرِ علوم اولین و آخرین کا خزانہ صدی انوار و تجلیات کا مخزن اور معارفِ رحمانیہ کا چشمہ بن گیا۔
شرح صدر کی اسی کیفیت کو خود حضور ﷺ نے یوں بیان فرمایا۔

”میں نے اپنے رب کریم کو بہترین صورت (تجلی) میں دیکھا پھر اس نے اپنا ہاتھ (بد قدرت) میرے سینہ کے درمیان رکھا۔ اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک (اثر) کو میرے قلب نے محسوس کیا۔ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ اور میں نے اشیائے زمین و آسمان کو جان لیا۔“ (مکتوۃ شریف باب المساجد)

تیرے تو وصفِ عیبِ تنہائی سے ہیں بڑی
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے



حضور ﷺ کے علم کی وسعت

قرآن مجید کی آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الخ سے یہ مطلب نکالا جاتا ہے کہ امورِ خسرہ (جس میں قیامت بھی داخل ہے) کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان امور کا علم کسی کو عطا نہیں فرمایا:

تو اس کے متعلق عرض ہے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ پانچ باتیں ایسی ہیں جن کا علم حقیقی خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے اور وہ یہ ہیں۔ (۱) قیامت کے وقت (۲) بارش کب ہوگی (۳) پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی (۴) کل یہ کیا کرے گا (۵) اور کس زمین میں مرے گا۔ لہذا ضروری ہے کہ دیانتداری کے ساتھ دلائل شرعیہ پر نظر رکھتے ہوئے غور کیا جائے کہ اس آیت کا صحیح مطلب کیا ہے۔

(۱) یہ پانچ غیب کی باتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کسی کو بتانے پر قادر نہیں ہے اگر یہ مطلب لیا جائے تو عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ممکن پر قادر ہے وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لہذا اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ان پانچ امور غیبیہ پر کسی کو مطلع کرنے پر بھی قادر نہیں ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہوگا جو یقیناً کفر ہے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ ان امور غیبیہ پر کسی کو مطلع کرنے پر قادر ہے۔

(۲) یہ کہ اللہ تعالیٰ کے مطلع کر دینے اور بتا دینے سے بھی کوئی ان غیب کی باتوں پر مطلع نہیں ہوتا تو ایسا کہنا غلط ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کا علم عطا فرمادیا تو وہ

شخص اس چیز کا عالم ہو گیا۔ عالم کو جاہل کہنا بھی درست نہیں۔

(۳) یہ کہ اللہ تعالیٰ غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا تو یہ بھی غلط ہے اور ایسا کہنا قرآن و حدیث کی متعدد نصوص کا انکار کرنا ہے جو کفر ہے۔ کیونکہ قرآن پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے غیب پر اپنے برگزیدہ رسولوں کو مطلع کرتا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ جَسَ قَطْعِي طُورٍ ثَابِتٍ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

اب ہم ان احادیث کو بھی پیش کر دیں جن سے یہ واضح ہوگا کہ حضور ﷺ کو ”امور غسہ“ کا علم بھی عطا ہوا۔ چنانچہ بخاری شریف کتاب بَدْءِ الْخَلْقِ وَذِكْرِ الْأَنْبِيَاءِ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ابتدائے آفرینش سے تا قیام قیامت کی خبر دے دی۔ حتیٰ کہ اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں پہنچ گئے یعنی از روزِ اوّل تا قیام قیامت ایک ایک ذرہ کی خبر حضور ﷺ نے دے دی۔ مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

(۱) فَأَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ۔ (مشکوٰۃ باب الحجرات)

ہم کو حضور ﷺ نے تمام ان واقعات کی خبر دے دی جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب حضور ﷺ نے قیامت تک کے تمام ہونے والے واقعات بیان فرمادیے تو اب کیسے ممکن ہے کہ آپ کو قیامت کا علم نہ ہو۔ کیونکہ دنیا ختم ہوتے ہی قیامت ہے اور حضور ﷺ کو یہ علم ہے کہ کونسا واقعہ کس کے بعد ہوگا تو جو آخری واقعہ ارشاد فرمایا وہی دنیا کی انتہا ہے اور قیامت کی ابتدا تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو قیامت کے وقت کا علم ہے۔

(۲) تَرْمِذِي بَابُ الْإِعْلَامَاتِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ فتنہ

یا جوج ماجوج کے بعد اللہ تعالیٰ عالمگیر مینہ بھیجے گا۔

مشکوٰۃ باب لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَى أَشْرَارِ النَّاسِ۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب سب لوگ مرجائیں گے تو بارش ہوگی جس سے آدمیوں کے جسم بحال ہو جائیں گے۔ دیکھئے بارش کب آئے گی؟ اس کی خبر حضور ﷺ سینکڑوں برس پہلے دے رہے ہیں۔

(۳) حضور اکرم ﷺ نے امام مہدی کے پیدا ہونے کی اطلاع دی۔ اس سے واضح ہوا کہ حضور ﷺ کو لڑکا ہونے کی خبر تو اس وقت سے ہے جب نطفہ بھی باپ کی پیٹھ میں نہیں۔ ایسے ہی حضور ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے کی اطلاع دی۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۴) کل کی بات کی اطلاع اس حدیث سے ثابت ہو رہی ہے جس میں حضور ﷺ نے قیامت تک ہونے والے واقعات بیان فرمادیے۔ نیز بوقتِ جنگِ خیبر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کل ہم فوج کا نشان ایسے شخص کو دیں گے جس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یہ کل کی خبر حضور ﷺ نے دی۔

(۵) خود اپنی وفات شریف کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا۔ معاذ قریب ہے کہ اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو اور تم میری اس مسجد اور قبر پر گزرو۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

عَسَى أَنْ تَلْقَانِي بَعْدَ عَامِي هَذَا وَلَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِي هَذَا وَقَبْرِي۔ اس حدیث میں حضور ﷺ نے نہ صرف اپنی وفات کی اطلاع دی۔ بلکہ اپنی وفات کی جگہ اور قبر مبارک کی جگہ بھی بتا دی۔ بہر حال اس قسم کے مضمون کی حدیثیں ہیں جو اس امر پر وال ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ کو اللہ عز و جل نے ان پانچ باتوں کا علم بھی عطا فرمادیا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عائش سے روایت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَ فِي مَا يَنْخُصُّهُ الْمَلَأُ
الْأَعْلَى قُلْتُ أَنْتَ أَغْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيْ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ
لَدَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَتَلَا وَكَذَلِكَ نَرَى
إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ۔

(مکھوۃ ص ۶۹)

میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا۔ رب عزوجل نے فرمایا (اے محمد ﷺ) ملائکہ مقررین کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی مولا۔ تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی۔ پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں اور حضور اکرم ﷺ نے اس کے حال کے مناسب یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَكَذَلِكَ نُرَى إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ یعنی ایسے ہی دکھاتے ہیں ہم حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو ملک آسمانوں اور زمینوں کے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوں۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ أَيْ جَمِيعُ الْكَائِنَاتِ الَّتِي فِي السَّمَوَاتِ بَلْ وَمَا
فَوْقَهَا كَمَا يُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّةِ الْمِعْرَاجِ وَالْأَرْضِ هِيَ بِمَعْنَى الْجَنَسِ أَيْ
جَمِيعُ مَا فِي الْأَرْضِ مِنَ السَّبْعِ بَلْ مَا تَحْتَهَا كَمَا أَفَادَهُ 'أَخْبَارُهُ' عَلَيْهِ
السَّلَامُ عَنِ الثَّوْرِ وَالْحَوَاتِ الَّذِينَ عَلَيْهَا الْأَرْضُونَ كُلُّهَا يَعْنِي أَنَّ اللَّهَ

أَرَى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكُشِفَتْ لَهُ
ذَلِكَ فَتَحَ عَلَى أَبْوَابِ الْغُيُوبِ۔ (مرقاۃ شرح مکھوۃ)

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ مافی السموات آسمانوں بلکہ اس سے بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ ان سے بھی نیچے ہیں۔ وہ سب حضور ﷺ کو معلوم ہو گئیں جیسا کہ حضور ﷺ کو ثور و حوت کی خبر دینا۔ جن پر سب زمینیں ہیں اس کو مفید ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے اور ان کو ان کیلئے کشف فرمادیا اور فرمایا حضور ﷺ نے مجھ پر اللہ نے غیبوں کے دروازے کھول دیئے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ عَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ پس دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ در زمین بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آں۔

(اشعۃ المنہات شرح مکھوۃ ص ۳۳۳ ج ۱)

حضور ﷺ نے فرمایا۔ پس میں نے جانا جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے یہ عبادت ہے تمام علوم جزوی و کلی کے حاصل ہونے کے اور ان کے احاطہ کرنے کی۔

حضرت فاروقی اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ
الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَلِكَ
مَنْ حَفِظَهُ 'وَنَسِيَهُ' مَنْ نَسِيَهُ

حضور ﷺ نے ہم میں قیام فرما کر تمام مخلوقات کی ابتداء سے لے کر جنتیوں

کے جنت میں داخل ہونے..... اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی تمام خبریں دیں۔ یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔

(بخاری شریف مشکوٰۃ ص ۵۰۶)

حضرت عمرو بن الخطاب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَأَعْلَمْنَا أَحْفَظْنَا۔

(مسلم شریف ص ۳۹۰ ج ۲)

حضور ﷺ نے ہمیں ہر اس چیز کی خبر دے دی جو ہو چکی اور جو ہونے والی تھی (قیامت تک) ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهِ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ۔ (مسلم شریف ص ۳۹۰ ج ۲)

کہ حضور ﷺ نے ہم میں قیام فرما کر کسی چیز کو نہ چھوڑا (بلکہ) قیامت تک جو ہونے والا تھا وہ سب کچھ بیان کر دیا۔ جسے یاد رہا یاد رہا۔ جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ تَرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحِيهِ إِلَّا ذَكَرْنَا مِنْهُ عِلْمًا۔ (مسند احمد طبرانی)

کہ حضور ﷺ نے ہم سے اس حال میں مفارقت فرمائی کہ کوئی پرندہ ایسا نہیں جو اپنے بازو کو ہلائے مگر آپ نے ہم سے اس کا ذکر فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا ایک بکریاں چرانے والے کی طرف آیا اور اس نے بکریوں میں سے ایک بکری لے لی۔ چرواہے نے اسے تلاش

کیا۔ یہاں تک کہ اس سے وہ بکری چھین لی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ بھیڑیا اپنے مخصوص انداز میں ایک ٹیلہ پر جا بیٹھا اور اس نے اپنی دُم اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ لی اور کہنے لگا کہ (اے چرواہے) تو نے مجھ سے ایسے رزق چھین لینے کا قصد کیا جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا تھا۔

فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللَّهِ إِنْ رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ ذَنْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ الذَّنْبُ أَغْجَبُ مِنْ هَذَا رَجُلٌ فِي النَّخْلَاتِ بَيْنَ الْحَرْتَيْنِ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَى وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ قَالَ لَكَ أَنَّ الرَّجُلَ يَهُودِيًّا فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ، فَاسْلَمَ فَصَدَّقَهُ، النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(مشکوٰۃ ص ۵۳۱)

چرواہا بولا۔ بخدا۔ آج کی طرح عجیب حال میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ بھیڑیا کلام کرتا ہے۔ بھیڑیے نے کہا۔ اس سے زیادہ عجیب حال اس مقدس انسان کا جو کھجوروں کے علاقے میں دو پہاڑوں کے درمیان یعنی مدینہ منورہ میں تھیں۔ ان چیزوں کی خبر دیتا ہے جو ہو چکیں اور جو آئندہ ہونے والی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی یہودی تھا۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی خدمت میں اس نے یہ واقعہ پیش کیا اور مسلمان ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اس خبر کی تصدیق فرمائی۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَى أَمَّ سَبَقَ مِنْ خَبَرِ الْأَوَّلِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ أَمَّ مِنْ نَبَأِ الْآخِرِينَ فِي الدُّنْيَا وَمِنْ أَحْوَالِ الْأَجْمَعِينَ فِي الْعَقْبَى۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ)

کہ حضور ﷺ تمہیں اگلوں کی گزری ہوئی خبریں اور تمہارے بعد دنیا اور

آخرت میں ہونے والی سب کی خبریں دیتے ہیں۔

علامہ خازن تفسیر خازن پارہ ۴ زیر آیت مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ اِلَّا
فرماتے ہیں کہ

قَالَ رَسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرِضَتْ عَلَيَّ أُمَّتِي فِي صُورِهَا
فِي الطَّيْنِ كَمَا عَرِضَتْ عَلَى آدَمَ أُعْلِمْتُ مَنْ يُؤْمِنُ بِي وَمَنْ يَكْفُرُ بِي
فَبَلَغَ ذَلِكَ الْمُنَافِقِينَ قَالُوا اسْتَهْزَأُوا زَعَمَ مُحَمَّدٌ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ
وَمَنْ يَكْفُرُ مِمَّنْ لَمْ يَخْلُقْ بَعْدُ وَنَحْنُ مَعَهُ وَمَا يَعْرِفُنَا فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَآلَنِي عَلَيْهِ ثُمَّ
قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ طَعَنُوا فِي عِلْمِي لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ
السَّاعَةِ إِلَّا تَبَأْتُكُمْ بِهِ۔ (تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۰۸)

کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر میری تمام امت اپنی اپنی صورتوں میں
پیش کی گئی جیسا کہ آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی تھی اور مجھے بتا دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے
گا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر منافقین کو پہنچی تو انہوں نے استہزاء کیا اور کہنے لگے محمد
ﷺ کا یہ گمان ہے کہ وہ ان لوگوں کے کفر و ایمان کی بھی خبر رکھتا ہے جو ابھی پیدا بھی
نہیں ہوئے اور ہم تو اس کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ ہمیں پہچانتا بھی نہیں۔ یہ خبر حضور
پر نور ﷺ تک پہنچی تو حضور اکرم ﷺ منبرِ اطہر پر جلوہ افروز ہوئے اور اللہ تعالیٰ
کی حمد و ثناء کرنے کے بعد فرمایا کہ ان قوموں کا کیا حال ہے جو ہمارے علم پر طعنہ کرتی
ہیں۔ اس وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والی کسی چیز کے متعلق جو تم ہم سے
پوچھو گے ہم تمہیں اس کی خبر دیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ فَوَاللَّهِ لَا تَسْأَلُونِي
عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ بِهِ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا۔ (بخاری و مسلم)

خدا کی قسم تم ہم سے کسی چیز کے متعلق نہیں پوچھو گے مگر ہم یہاں کھڑے ہی
اس کی خبر دیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بار بار فرمایا۔ پوچھو پوچھو
بعض نے چند سوالات کے حضور ﷺ نے جواب دیا اور حضور ﷺ بہت جوش
میں تھے۔ چنانچہ سب لوگ رونے لگ گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھٹنے ٹیک کر بیٹھ
گئے اور کہا رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا پھر حضور ﷺ
خاموش ہو گئے۔

ان احادیث سے ثابت ہے کہ کوئی شے بھی حضور اکرم ﷺ کے علم سے
خارج نہیں۔



نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سراپا اعجاز

حقیقت یہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی زندگی پاک کا ہر دور سراپا اعجاز تھا اور آپ کی سیرت مقدسہ کا ہر گوشہ ہدایت و موعظت کا بحرِ بے کراں تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کی پاکیزگی، کردار کی بلندی، معاملہ کی صفائی، صداقت و دیانت کا یہ عالم تھا کہ اظہارِ نبوت سے قبل ہی اپنے تو اپنے دشمن بھی صادق اور امین کے معزز القاب سے یاد کرتے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بچپن میں حضور اکرم ﷺ کی ایک ایسی بات دیکھی جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتی تھی اور یہی بات میرے ایمان لانے میں مدد و معاون ثابت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ گہوارہ میں جلوہ فرما ہیں اور چاند سے باتیں کرتے ہیں۔ جس طرف انگلی سے اشارہ فرماتے ہیں چاند اسی طرف ٹھک جاتا ہے۔ (بخاری)

ابھی حضور ﷺ کی عمر مبارک ۷ یا ۸ سال تھی کہ مکہ میں قحط پڑا۔ لوگ سخت پریشان ہوئے۔ ابوطالب کے پاس آئے اور دعا کیلئے استدعا کی۔ فَخَرَجَ ابُو طَالِبٍ وَمَعَهُ غُلَامٌ كُنَّاهُ شَمْسٌ۔ تو ابوطالب دعا کیلئے نکلے ان کے ساتھ مقدس بچہ تھا گویا کہ آفتاب تھا جو کالے بادلوں سے نمودار ہوا ہو۔ یہ حضور اکرم ﷺ ہی تھے۔ جن کو ساتھ لے کر ابوطالب کعبہ میں آئے اور آپ کی پشت کعبہ کی دیوار سے لگا دی۔

حضور ﷺ نے اپنی ثورانی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت آسمان بالکل صاف تھا۔ مگر حضور ﷺ کی مقدس انگلی کا اشارہ پاتے ہی چاروں طرف سے بادل اُٹھ آئے اور شہر و دیہات خوب سیراب ہوئے اور قریش مکہ کو آپ کے وجود پاک کی برکت سے قحط کی مصیبت سے نجات مل گئی۔ ابوطالب نے اپنے ان اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ لَوَجْهِهِ لَمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةُ الْأَزَامِلَى
وہ گورے چٹے جن کے چہرہ انور کے صدقہ میں پانی طلب کیا جاتا ہے۔ وہ یتیموں کی جائے پناہ، بیواؤں اور بیکیوں کے نگہبان ہیں۔ بنی ہاشم جیسے غیور لوگ مصیبت کے وقت ان سے التجاء و فریاد کرتے ہیں۔

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بچپن میں حضور ﷺ کی آنکھیں دکھنی آ گئیں۔ میں نے بہت دوائیں کیں آرام نہ آیا۔ ایک بوڑھے شخص نے مجھے بتایا کہ مکہ کے فلاں راہب کے پاس جاؤ اور اس سے دوا تجویز کراؤ۔ یہ راہب ہفتہ میں ایک بار اپنے عبادت خانہ سے باہر آتا ہے۔ میں حضور ﷺ کو کندھے پر بٹھا کر اسی راہب کے عبادت خانہ پر پہنچا۔ مگر میرے پہنچنے پر وہ اپنے عبادت خانے کا دروازہ بند کر چکا تھا۔ مجھے بہت افسوس ہوا تھا کہ راہب نے دروازہ کھولا اور کہنے لگا۔ ”ابوطالب تم نے کس بچہ کو اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے؟ میں نے جب اپنے عبادت خانہ کا دروازہ بند کیا تو میرا کمرہ نور سے روشن و منور ہو گیا۔ جلد بتاؤ کیا حاجت ہے؟..... میں نے کہا یہ میرا بھتیجا ہے اس کی آنکھیں دکھتی ہیں، کوئی دوا تجویز فرما دیجئے..... راہب نے حضور ﷺ کو نظر بھر کر دیکھا اور پھر کہا

”ابوطالب تم ایسے بچے کو میرے پاس لائے ہو جسے خدا نے طیب کائنات بنایا ہے۔ ان کی دوا میرے پاس نہیں ہے۔ ان کی دوا تو انہیں کے پاس ہے۔“ میں نے حیرانی سے پوچھا وہ دوا کیا ہے؟ راہب نے کہا ان کا لعاب مبارک ان کی آنکھوں

میں ڈال دو ان کی آنکھیں اچھی ہو جائیں گی۔ چنانچہ اس کی ہدایت پر میں نے حضور ﷺ کا لعب مبارک حضور ﷺ کی آنکھوں میں ڈال دیا۔ آٹھ چٹم جاتا رہا۔ تقریباً بارہ برس کی عمر شریف میں آپ نے اپنی زندگی اقدس کا سب سے پہلا سفر ابوطالب کے ہمراہ کیا۔ بصرہ میں پہنچ کر ابوطالب بحیرانامی راہب کی خانقاہ پر اترے۔ اس راہب نے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو کہا: یہ تو سید المرسلین ﷺ ہیں۔ لوگوں نے پوچھا تو نے یہ بات کیونکر جانی؟ راہب نے جواب دیا: جب تم پہاڑ سے اترے تو میں نے دیکھا، حضور ﷺ پر ایک ابر کا ٹکڑا سایہ فگن ہے اور آپ کیلئے جس قدر درخت و پتھر تھے سب مجھ کیلئے ٹھک گئے تھے۔

قریش مکہ نے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی، مختلف قبائل نے عمارت کے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لئے تاکہ کوئی اس شرف سے محروم نہ رہے لیکن جب حجر اسود کو کعبہ میں نصب کرنے کا مرحلہ آیا تو سخت جھگڑا ہوا۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ حجر اسود کو کعبہ میں نصب کرنے کی سعادت اسی کو حاصل ہو۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ تلواریں کھینچ گئیں۔ آخر ایک بوڑھے قریشی نے یہ رائے دی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے آئے وہی ثالث قرار پائے گا۔ سب نے یہ رائے تسلیم کر لی، دوسرے دن تمام قبائل کے معزز آدمی موقع پر پہنچے لیکن صبح کو سب سے پہلے لوگوں کی نظریں جس پر پڑیں وہ جمال جہاں تاب چہرہ محمدی ﷺ تھا۔ رحمت عالم کو دیکھ کر سب نے بلا تکلف آپ کو ثالث تسلیم کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک چادر بچھا کر حجر اسود اس میں رکھا اور قبائل کے منتخب سرداروں سے فرمایا: چادر کے چاروں کونے تھام لیں اور اوپر کواٹھا لیں۔ جب چادر موقع پر آگئی تو آپ نے خود اپنے دست مبارک سے حجر اسود کواٹھا کر کعبہ میں نصب کر دیا اور اس طرح ایک سخت لڑائی آپ کے جود و ذہن اور حسن تدبیر سے رک گئی۔

سوزن گرم شدہ ہلتی ہے تبسم سے ترے شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

تیرے آنے سے رونق آگئی گلزار ہستی میں

حضور سید المرسلین، خاتم النبیین، محبوب رب العلمین محمد مصطفیٰ ﷺ کی آمد سے قبل یہ انسان یہ دنیا توحید کے مفہوم کو فراموش کر چکی تھی۔ چاند، سورج، پتھر، گوبر کی پرستش ہوتی تھی۔ جب رسول کریم ﷺ تشریف لائے تو یہ دنیا مادیت سے روحانیت کی طرف، شرک سے توحید کی طرف، مخلوق سے خالق کی طرف متوجہ ہوئی۔ آپ نے اعلان فرمایا: اَنْ لَا نَعْبُدُكَ اِلَّا يَاہُ خدائے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یعنی معبود ایک اللہ ہے۔ وہی حقیقی اطاعت و عبادت کے لائق ہے۔ یہی اصل ایمان ہے اور ایمان کے سب کاموں سے مقدم خالق کائنات کی عبادت ہے۔

رسالت

رسول کی بعثت سے قبل دنیا نے خدا کیلئے بیوی اور بیٹا بنا رکھے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا جاتا تھا۔ صفات الہی قلب کے صفحہ سے محو ہو چکی تھیں۔ لوگ خدا کی طرف بُری باتوں کی نسبت کر دیتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے آپ نے فرمایا: خدا ہر عیب سے پاک ہے۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ نہ وہ پیدا ہوا نہ اس سے کوئی پیدا۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ بے مثل و بے نظیر ہے۔ قادر مطلق ہے۔ اللہ کے نبی خدا کے بندے اور اس کے عبد اور خلیفہ ہوتے ہیں۔ ان کی بڑی شان اور عظمت ہے۔ رسول کو خدا کے مرتبہ تک پہنچانا یا اس کو

خدا کا بیٹا کہنا رسالت کی توہین ہے۔

کعبہ

بشّٰتِ رسول ﷺ سے قبل خلیل علیہ السلام کا کعبہ بت خانہ تھا۔ یہ مقام متبرک جو وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کیلئے مخصوص تھا۔ وہاں تین سو ساٹھ بت نصب تھے اور ان کی بے دھڑک باپ خود اپنے ہاتھ سے اس کو زندہ زمین میں دفن کر دیتا تھا۔ رسول ﷺ آئے آپ نے اس شقاوت و بے رحمی کا دروازہ بند کر دیا۔ فرمایا:

لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ۔

فقروفاقہ کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔

عورت

عورت کی مظلومیت بھی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ یہودی بحالت حیض عورت سے قطع تعلق کر لیا کرتے تھے اور اس کے ہاتھ کے کھانے کو ناپاک قرار دیتے تھے۔ عورتیں میراث تھیں۔ مال کی طرح عورت پر قبضہ کیا جاتا تھا۔ خاوند کے مرجانے کے بعد قریبی رشتہ کا کوئی مرد عورت پر قبضہ کر لیتا اور بغیر مہر کے خواہ اپنے ساتھ یا کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کر دیتا۔ حتیٰ کہ باپ کے مرجانے کے بعد بھی باپ کی منکوحہ سے بیٹا نکاح کر لیتا، مگر جب حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو آپ نے اس ظلم و ستم کو ختم کیا۔ عورتوں کو حقوقِ انسانیت سے نوازا۔ حیض کی حالت میں صرف جماع سے منع کیا۔ باپ کی منکوحہ سے نکاح کو حرام اور خلافِ تہذیب قرار دیا۔ آپ نے اعلان فرمایا۔

لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرْفُقُوا النِّسَاءَ كَرْهًا۔

زبردستی عورت کا وارث بن جانا حلال نہیں۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ عورت اپنے نفس کی خود مختار ہے۔ وہ جہاں چاہے

نکاح کر سکتی ہے۔ حتیٰ کہ بالغ عورت پر باپ کو بھی نکاح کے معاملہ میں جب کہ کفو میں کرے کوئی ولایت نہیں ہے۔

شراب، جِوَء

ظہورِ رسول ﷺ سے قبل شراب نوشی، قمار بازی کا بازار گرم تھا۔ بدستی میں دنیا و ہوا کچھ کرتی تھی کہ شرافت اپنا چہرہ پیٹ لیتی تھی۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ انصاریوں کے ساتھ شراب پینے اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالنَّبَاتُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ۔ ہاں یہ شراب، یہ ہونا ناپاک ہیں، عملِ شیطان ہیں۔

سُود

ظہورِ رسالت ﷺ سے قبل لوٹ مار، غارت گری، رہزنی عام تھی، ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کو لوٹا اور غلط طریقے سے حاصل کئے ہوئے مال کو شیر مادر سمجھتا تھا۔ سود کی کثرت تھی۔ سرمایہ دار سود کے ذریعہ غریبوں کا خون پوتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کاشتکار اور غریب طبقہ دولت مندوں کا زر خرید تھا۔ حتیٰ کہ عورتیں تک گروی رکھ دی جاتی تھیں۔ مگر جب رسول کریم ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے مال حاصل کرنے کے صحیح طریقے بتائے۔ آپ نے سب سے پہلے یہ اعلان فرمایا کہ باطل کے ذریعہ مال حاصل کرنا حرام ہے۔ وَحَرَّمَ الرِّبَا..... اور اس (اللہ) نے سود حرام قرار دیا ہے۔

زنا اور فواحش

زنا، فسق و فجور عام تھا۔ فخریہ اشعار میں عورتوں کے ساتھ جو بے حیائیاں کی جاتی تھیں ان کو بیان کیا جاتا تھا۔ امرؤ القیس میں مصروف تھے اور مغنیہ گارہی تھی۔
الا یا حمزة للشرب النواء۔

اے حمزہ موٹی اونٹنیوں کیلئے۔

یہ مصرع سن کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اٹھے اونٹنیوں کے پیٹ چاک کر کے ان کے کلیجے نکال لئے۔ شراب کے عام رواج کا یہ عالم تھا کہ عربی زبان میں اس کے ۲۵۰ نام ہیں۔ عرب کا ہر گھر شرابی تھا اور بچے اور بیویاں ساقی۔ سود خواری و مے نوشی کی اس کثرت نے عریانی و فحاشی کو عبادت میں بھی شامل کر لیا تھا اور خانہ کعبہ کے طواف کے وقت ننگی مستورات یہ شعر پڑھتی تھیں۔

اليوم يبدو بعضه او كله فما بدا منه فلا احله
آج بدن کا سب یا کچھ حصہ کھلے گا جو کھلا ہے اس سے لطف حاصل کرنے کی اجازت نہیں دیتی جو عرب کا بڑا شاعر اور شہزادہ تھا۔ اس نے اپنی پھوپھی زاد بہن عذیرہ کے ساتھ جو غلط کاریاں کی تھیں قصیدہ لامیہ میں اس کو بڑے فخر سے بیان کیا ہے۔ باوجود اس کے یہ اشعار تہذیب و تمدن اخلاق و شرافت کے خلاف تھے۔ مگر عرب کا بچہ بچہ اس کو حفظ کئے ہوئے تھا۔ غرضیکہ بدکاری کا دور دورہ تھا اور یہی ان کا سرمایہ حیات تھا۔ حتیٰ کہ زنا اتنا عام ہو گیا تھا کہ کسی بہادر اور جری کو دیکھتے تو اپنی عورت اس کے پاس بھیج دیتے تاکہ جو بچہ اس عورت سے پیدا ہو اس میں وہی اوصاف آجائیں۔

رسول اکرم ﷺ تشریف لائے اور آپ نے اس عریانی اور فسق و فجور کی محافل کو سرزد کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ لَا تَقْرُبُوا الزَّانَا زَنَا کے قریب مت جانا۔

الغرض حضور ﷺ آئے تو جہاں سے تاریکی مٹی ٹوڑ آیا انسان انسان بنا خدا سے ملا۔ ظلم و عدوان کا دور ختم ہوا اور علم و عرفان، عدل و انصاف اور خدا پرستی کا دور شروع ہوا۔

تیرے آنے سے رونق آگئی گلزار ہستی میں
شریک حال قسمت ہو گیا پھر فضل ربانی

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبِّكَ فَكَبِيرٌ وَتِيَابِكَ فَطَهَّرٌ وَالرُّجْزُ فَاهْجُرْ۔

اے بالا پوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور نجوس سے دُور رہو۔

(۱) سورہ مدثر مکیہ ہے۔ اس میں دو رکوع چھپن آیتیں اور دو سو چھپن کلمے ایک ہزار دس حروف ہیں۔ (۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا۔ میں کوہِ حرا پر تھا کہ مجھے ندا دی گئی يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ۔ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا۔ کچھ نہ پایا۔ اوپر دیکھا ایک شخص آسمان و زمین کے درمیان بیٹھا ہے۔ (یعنی وہی فرشتہ جس نے ندا کی تھی۔ یہ دیکھ کر مجھ پر رعب ہوا اور میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ مجھے بالا پوش اڑھاؤ۔ انہوں نے اڑھا دیا تو جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا۔ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ تدثر بمعنی دفتار۔ اس کپڑے کو کہتے ہیں جو گرمی حاصل کرنے کیلئے استعمال کیا جائے۔ جیسے چادر رضائی، کبیل وغیرہ اور شعرا اس کپڑے کو کہتے ہیں جو بدن سے ملا ہوا ہو جیسے تہبند بنیان، پاجامہ وغیرہ۔ نزول وحی کے وقت چونکہ حضور ﷺ چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ اس لئے اسی لباس کے ساتھ حضور ﷺ کو

مخاطب کیا گیا۔ جس سے واضح ہوا کہ اللہ عزوجل کو اپنے محبوب رسول ﷺ کی ہر ادا محبوب ہے۔ حتیٰ کہ استعمالِ لباس کے ساتھ ہیبت کدائی بھی اس درجہ پسند ہے کہ اس کے ساتھ ندامت فرمائی گئی۔

اس میں اُمت کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ انبیاء کرام کو ادب و احترام، تعظیم و توقیر کے ساتھ معزز و پُر عظمت اوصاف و القابات سے یاد کیا جائے۔ پھر اس خصوص میں حضور سرورِ عالم ﷺ کی تو یہ خصوصیت ہے کہ دیگر انبیاء کرام کو تو رب العزت جل مجدہ نے نام بنام خطاب کیا۔ یا ادم، یا ابراہیم، یا موسیٰ، یا داؤد، یا عیسیٰ کی ندائیں قرآن میں موجود ہیں۔ لیکن جب حبیبِ کرم ﷺ کو ندامت فرمائی تو ان کی کمالِ عظمت و رفعت کے اظہار کیلئے ان کے نام پاک کے ساتھ ندامت نہیں کی گئی۔ بلکہ ان کے معزز اوصاف و القابات کے ساتھ یا ایہا النبی، یا ایہا الرسول، طہ، یسین کے الفاظ سے خطاب فرمایا گیا ہے۔

یا آدم است با پدر انبیاء خطاب

یا ایہا النبی خطاب محمد ﷺ است

قرآن نے آدابِ بارگاہِ نبوت کے سلسلہ میں فرمایا:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔

رسول کو اس طرح مت پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

علامہ صاوی رحمہ اللہ نے تحت آیہ فرمایا۔

واستفید من الایہ لایجوز نداء النبی بغیر ما یفید التعظیم لا فی

حیاتہ ولا بعد وفاتہ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی کو ایسے الفاظ کے ساتھ ندا جائز نہیں۔ جس سے

تعظیم مفہوم نہ ہوتی ہو۔ نہ دنیوی حیات میں اور نہ وصال کے بعد۔

لہذا تحریر و تقریر میں جب بھی نامِ اقدس لیا جائے تو تعظیم کے ساتھ لیا جائے اور درود و سلام لکھا جائے اور محض نامِ اقدس اور وہ بھی ایک عام انداز میں اور بغیر درود و سلام کے لکھنا بولنا انتہائی درجہ کی شقاوت و بد نصیبی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آدابِ نبوی ﷺ کے پاس و لحاظ کی توفیق عطا فرمائے۔ بعض علماء نے یہ معنی کئے۔

المتدثر بلباس النبوة والمعارف الانسیة۔ (تفسیر ابوسعود)

اے ہماری معرفت اور نبوت کی پوشاک زیب تن فرمانے والے۔

تدثر کے معنی طائر کا اپنے گھونسلے کو درست کر لینا کے بھی آتے ہیں۔ تو اب یا ایہا المدثر کے معنی یہ ہوں گے کہ اے کا شانہ عالم کو درست و محکم بنانے والے رسول! کا شانہ عالم حضور ﷺ کے علومِ مراتب کے مقابلہ میں ایک آشیانہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور ﷺ کا اس آشیانہ کو درست و محکم بنانا اہل عالم کی ضروریاتِ مادی و اخلاقی و روحانی کو مکمل فرما دینا ہے۔ یہ تکمیلِ انداز اور تکمیلِ جہلیلی ربانی اور تطہیرِ خلائق از علاقِ مادی و قلبی کی تدابیر سے فرمائی گئی۔ رجز و رجز کو دور فرما کر طہارتِ ظاہری و باطنی سے اہل عالم کو حضور ﷺ ہی نے مطہر بنایا ہے۔

تدثر کے معنی کو در گھوڑے پر سوار ہونے کے بھی آتے ہیں۔ جیسے بولتے ہیں تدثر فرسہ ای وثب علیہ فرکہ تو اب یا ایہا المدثر کے معنی یہ ہوں گے کہ نہایت ہی جوانمردی، تیزی اور احتیاط کے ساتھ منصبِ نبوت کو ادا کرنے والے رسول۔ چنانچہ تاریخِ شاہد ہے کہ حضور ﷺ نے نہایت ہی عزم و احتیاط کے ساتھ اور انتہائی جوانمردی اور صداقت و امانت اور دیانت کے ساتھ فرائضِ نبوت کو ادا فرمایا اور قرآن نے حضور ﷺ کی اس کوشش کے نتیجہ کا یوں اعلان فرمایا۔

رَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا۔

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ

فقہانے اس آیت کو تکبیر تحریمہ کی فرضیت کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ جس کی تقریر یہ ہے کہ لفظ تکبیر کبھی بمعنی تعظیم آتا ہے اور آیت مذکورہ میں فکبر کا صیغہ امر تکبیر بمعنی تعظیم سے ماخوذ ہے اور مامور بہ مطلقاً تعظیم نہیں۔ بلکہ وہ تعظیم سے جو تکبیر تحریمہ کے ضمن میں حاصل ہوتی ہے۔ اس سے تکبیر تحریمہ مراد ہونے پر اہل تفسیر متفق ہیں اور اس مراد پر اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے اور تکبیر تحریمہ صرف اللہ اکبر کو نہیں کہتے بلکہ اس سے مراد وہ ذکر الہی ہے جس کے بعد فصل نماز شروع ہو جاتی ہے تو اللہ اکبر اس کا ایک فرد ہوا۔ تو آیت سے بطریق مذکور تکبیر تحریمہ بمعنی ذکر مذکور کی فرضیت ثابت ہوئی نہ لفظ اللہ اکبر..... البتہ تکبیر تحریمہ کا اس فرد مخصوص (اللہ اکبر) کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔ سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ کا یہ ہی مذہب ہے اور یہ وجوب حدیث سے مستفاد ہے۔ لہذا اگر تکبیر تحریمہ میں لفظ اللہ اکبر نہ کہا اور اس کی جگہ اللہ اکبر وغیرہ الفاظ کہے جو تعظیم خداوندی پر دلالت کرتے ہیں تو فرضیت ادا ہو گئی۔ کیونکہ معمور بہ تکبیر بمعنی تعظیم ہی تھی جو ان الفاظ سے حاصل ہو جاتی ہے۔ البتہ وجوب سے بری الذمہ نہ ہوگا۔

تکبیر تحریمہ نماز میں فرض ہے

اور کبھی لفظ تکبیر اللہ اکبر کے معنی میں بھی آتا ہے تو اللہ اکبر کہنا مامور بہ ہوا۔ اور امر وجوب کیلئے ہے۔ لہذا اللہ اکبر کہنا واجب قرار پایا اور چونکہ یہ امر فکبر کتاب کا جو ہونے کی وجہ سے قطعی ہے اور امر قطعی کے مامور بہ کو اصطلاح میں فرض کہتے ہیں۔ اس

(۱) مراتی الفلاح اور اس کے حاشیہ طحاوی ص ۱۱۸ پر ہے اجمع المسلمون علی ان المراد به تکبيرة الافتتاح وعليه العقد الاجماع۔

(۲) والذكر الذي تتعقبه الصلوة بلا فصل هو تكبيرة الافتتاح۔ (بدائع ج ۱)

لئے اللہ اکبر کہنا فرض ہوا اور اللہ اکبر کہنے کی فرضیت اجماعاً بجز تحریمہ اور کہیں نہیں ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ یہ حکم تحریمہ کیلئے ہے ورنہ نص معطل ہو جائے گی۔ پس بوقت تحریمہ خاص لفظ اللہ اکبر کہنا فرض ثابت ہوا..... لیکن اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ ”امر فکبر“ کے مامور بہ سے مراد تکبیر تحریمہ ہے تو اللہ اکبر کہنے کی طلب سے مراد تکبیر تحریمہ بجالانا ہوا۔ جو اللہ اکبر کہنے سے عام ہے۔ لہذا اس تقریر سے بھی تکبیر تحریمہ کی فرضیت ثابت ہوئی۔ فائدہ یہ نہ کہا جائے کہ اس آیت کے نزول کے وقت نماز فرض ہی نہ تھی۔ پھر تکبیر تحریمہ کی فرضیت کیسی؟ کیونکہ ممکن ہے کہ اس وقت حضور ﷺ نفل ادا فرماتے ہوں تو اس میں تکبیر تحریمہ کا حکم آ گیا۔ (تفسیر کبیر)

نیز یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ بعض آیات ایسی ہیں جن کا نزول متاخر ہے اور ان کے حکم کا نفاذ مقدم ہے۔ جیسے آیت وضو کہ یہ بالا جماع مدنی ہے اور اس کا حکم پہلے ہی مکہ میں نماز کے ساتھ ہو چکا تھا۔ اسی طرح آیت جمعہ کہ مدنی ہے۔ حالانکہ نماز جمعہ کے حکم کا نفاذ ہجرت سے قبل ہو چکا تھا اور بعض آیات ایسی ہیں جن کا نزول مقدم اور حکم کا نفاذ موخر ہے۔ جیسے سورہ منزل میں والذکر کوة کہ یہ آیت کی ہے اور اس کے حکم پر عملدرآمد مدینہ منورہ میں ہوا (اتقان) اس لئے کہ آیت ربک فکبر کا نزول مقدم ہوا اور حکم پر عملدرآمد موخر ہو۔

(۱) واضح رہے کہ مکہ میں نماز کے ساتھ وضو کا حکم اس وقت قرآن کی کسی آیت میں نہیں نازل ہوا بلکہ بعد میں مدینہ شریف میں وضو کا حکم آیا۔ اس سے واضح ہوا کہ مکہ میں ہجرت سے قبل وضو کا حکم اس وحی کے ذریعے نازل ہوا تھا۔ جو حضور ﷺ پر قرآن کے علاوہ نازل ہوتی تھی۔

(۲) اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ قرآنی احکام کے نفاذ کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ قرآن کے علاوہ حضور ﷺ پر وحی فرماتا تھا اور حضور ﷺ اس وحی کے مطابق جو قرآن کے علاوہ ہوتی تھی۔ قرآنی احکام کو نافذ و جاری فرماتے تھے اور یہ بات حضور ﷺ کی حیات مقدس کے ساتھ خاص تھی۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد قرآن کا کوئی حکم موخر و مقدم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضور ﷺ کے بعد کسی پر وحی کا آنا اور کسی کو نبوت ملنا ممکن ہی نہیں ہے۔

وَيَا بَلَكَ فَطَهْرُ

”ثياب“ ثوب کی جمع ہے اور طَهْرُ، تَطَهَّرُ سے متعلق ہے۔ ان دونوں لفظوں میں چار احتمال ہیں۔ اول یہ کہ ثوب اور تطہیر کے حقیقی معنی مراد ہوں۔ ثواب معنی یہ ہوں گے کہ کپڑوں کو نجاست سے پاک رکھنا۔

اندرون نماز یا بیرون نماز؟ آیت میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن آیت ربک فہم میں جب اجماعاً تکبیر تحریر مراد ہے اور یہ پہلی آیت کے بعد بلا فصل واقع ہے تو بقریہ سیاق آیت ثياب فطہر کے معنی یہ ہوں گے کہ بحالت نماز کپڑے صاف رکھے جائیں چنانچہ کپڑوں کا پاک رکھنا اندرون نماز فرض ہے۔ بیرون نماز مستحب ہے..... اور تقدیر بیرون نماز مراد یہ ہوگی کہ مشرکین اپنے کپڑوں کو نجاست سے پاک نہیں رکھتے۔ آپ ان کی عادت اختیار نہ کریں تو یہ حکم بیرون نماز کیلئے ہوا۔ کیونکہ اس وقت تک نماز فرض نہ ہوئی تھی۔ لہذا یہ امر استحباب کیلئے ہوا۔ یعنی بیرون نماز کپڑوں کو نجاست سے پاک رکھنا مستحب ہے۔

دوم یہ کہ ثوب کے حقیقی معنی اور تطہیر کے مجازی معنی مراد ہوں تو اس صورت میں اگر تطہیر بمعنی تقصیر کی جائے ثواب معنی یہ ہوں گے کپڑوں میں تقصیر کی جائے یعنی اہل عرب کی طرح اتنے لمبے نہ ہوں کہ زمین سے لگیں۔ کیونکہ یہ متکبرین کا طریقہ ہے..... اور اگر تطہیر بمعنی ازالہ نجاست معنوی ہو ثواب معنی یہ ہوں گے کہ کپڑوں کو نجاست معنوی سے پاک رکھیے۔ یعنی حلال طریقہ پر حاصل کیے گئے ہوں، مغضوب نہ ہوں۔

(۱) واضح ہو کہ تطہیر کا معنی تقصیر مجاز ہونا ظاہر ہے۔

(۲) اور تطہیر بمعنی ازالہ نجاست معنوی میں دو قول ہیں اول یہ کہ نجاست حسی (جیسے پاخانہ پیشاب وغیرہ) اور نجاست معنوی جیسے زنا چوری شراب خوری گناہ وغیرہ میں تطہیر حقیقت ہے۔ دوم یہ کہ تطہیر نجاست حسی کے ازالہ میں حقیقت اور نجاست معنوی کے ازالہ میں مجاز ہے احتمال دوم کی دوسری صورت اسی قول پر مبنی ہے فافہم

سوم یہ کہ ثوب کے معنی مجازی اور تطہیر کے حقیقی معنی مراد ہوں۔ اس احتمال پر ثياب بمعنی جسد ہوگا۔ ثواب معنی یہ ہوں گے۔ مشرکین بوقت استنجائیت کا خیال نہیں کرتے۔ ان کی اس عادت سے اجتناب چاہیے۔

چہارم یہ کہ ثوب اور تطہیر دونوں میں مجازی معنی مراد ہوں گے۔ اس احتمال پر اگر لفظ ثياب بمعنی نفس ہوگا تو معنی یہ ہوں گے کہ اپنے نفس کو اخلاق ذمہ سے پاک رکھے

ثوب بمعنی دین بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں لوگوں کو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔ (بخاری) پھر آپ نے اس کی تعبیر دین سے فرمائی۔

ثوب بمعنی عمل و اخلاق اور بمعنی عورت (بیوی) اور بمعنی خلق و نیت بھی استعمال ہوتا ہے ”اپنے اخلاق اچھے رکھیے۔ اپنے عمل کو درست رکھیے۔ اپنے قلب اور اپنی نیت کو پاک رکھیے۔“

امام بیضاوی نے فرمایا کہ معنی یہ ہیں فطہر دثار النبوة یعنی پوشاک نبوت کو ایسی چیزوں سے پاک رکھیے جو اس کے مناسب نہیں جیسے کینہ، بغض، حسد وغیرہ واضح ہو کہ ان سب احتمالات میں احتمال اول بہر حال راجح ترین ہے۔ کیونکہ اس صورت میں لفظ ثياب اور لفظ تطہیر اور امرتینوں اپنے حقیقی معنی پر رہتے ہیں۔ اس کے برعکس باقی احتمالات میں بلا ضرورت حقیقت سے عدول لازم آتا ہے۔ اسی لئے فقہائے احناف نے آیت مذکورہ میں حقیقی معنی اختیار کئے ہیں اور بحالت نماز طہارت ثوب کی فرضیت کا اثبات اسی آیت سے فرمایا ہے۔

(۱) اہل عرب لفظ ثياب بمعنی جسد استعمال کرتے ہیں عرب کا مشہور شاعر عترة کہتا ہے۔ فطحتک بالرح الامم ثيابی طعت جسدہ بالرح الامم اہل عرب ایسے شخص کو جو برے اخلاق سے متصف نہ ہو ظاہر الثياب کہتے ہیں۔ نیز خبیث العمل آدمی کو خبیث الثياب کہا جاتا ہے۔

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ

رجز کے چند معنی ہیں۔ اصنام، عبادت، اصنام، معصیت، شرک، پلیدی، عذاب، شیطان۔ یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء کرام اخلاقی عالیہ و صفاتِ حسنہ سے خلقاً موصوف ہوتے ہیں اور اخلاقی رذیلہ و ذمہ، عہد شکنی، تکبر، ریا وغیرہ سے پاک ہوتے ہیں۔ اسی طرح رجز کے پانچوں معنی سے بھی انبیاء کرام کا پاک و صاف ہونا بدیہی امر ہے اور مذکورہ بالا احتمالات کی بناء پر وثیبا بک فطرہ کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اپنے اخلاق اچھے رکھیے۔ عمل کو درست رکھیے۔ دین کو پاک رکھیے..... تو کیا اس حکم کے نزول سے قبل آپ کے اخلاق اچھے نہ تھے؟ یا عمل درست نہ تھا؟ اسی رجز کے معنی اگر عبادت، اصنام کے کیے جائیں تو ترجمہ ہوگا۔ ”بتوں کو عبادت ترک کر دیجئے“۔ معصیت کیلئے جائیں تو ترجمہ ہوگا۔ ”معصیت ترک کر دیجئے“۔ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ جس وقت حضور ﷺ کو ترک کا حکم دیا گیا ہے۔ اس وقت آپ عبادت، اصنام کرتے تھے یا معصیت کے ساتھ متصف تھے۔ غرضیکہ رجز کے جو بھی معنی لیے جائیں۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ بروقت حکم آپ اس معنی کے ساتھ متصف ہوں۔ حالانکہ یہ محال ہے۔ جواب یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں تمام معانی مراد ہو سکتے ہیں اور کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ اس لئے دونوں جگہ فطرہ و فاجر کا امر مداومت کیلئے ہے۔ لہذا وثیبا بک فطرہ کے معنی یہ قرار پائیں گے کہ اخلاقی حسنہ کے ساتھ تو پہلے ہی سے متصف ہیں۔ لیکن اخلاقی حسنہ کے اختیار کرنے پر مداومت فرمائیے۔ اسی طرح والرجز فاجر کے معنی یہ ہوں گے۔ اصنام کی عبادت اور معصیت کا ارتکاب تو آپ سے ممکن ہی نہیں ہے لیکن عبادت، اصنام وغیرہ کے ترک پر پختگی (مداومت) کیجئے۔ یعنی جیسے اب تک آپ ان سے علیحدہ رہے ہیں آئندہ بھی علیحدہ رہیں اور اس کی مثالیں قرآن میں اور بھی ہیں۔ مثلاً یا ایہا النبی اتق اللہ۔ اے اللہ کے نبی اللہ سے ڈریے۔ ولا تطع الکافرین کافروں کی

اطاعت نہ کیجئے۔ یا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمانا: لا تتبع سبیل المفسدین مفسدوں کا راستہ اختیار نہ کیجئے تو ان سب آیتوں میں امر مداومت کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ سے تو آپ ڈرتے ہیں۔ آئندہ بھی ڈرتے رہیے۔ مفسدوں کے راستہ کو اختیار کرنا تو آپ کیلئے ممکن ہی نہیں ہے۔ آئندہ بھی اس راستہ کو اختیار نہ کیجئے۔



درود و سلام کے برکات و حسنات

حضور سرورِ عالم نورِ مجسم ﷺ کے احسانات بے حد و حساب ہیں۔ آپ نے کفر و شرک کی نجاست سے قلوبِ انسانی کو پاک کیا۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا صحیح راستہ بتلایا۔ انسان کی فلاح و کامیابی کا ایک نظامِ حیات عطا فرمایا۔ جس کو اپنا کرامتِ دنیا کی کامیابی اور آخرت کی فلاح و کامرانی حاصل کر سکتی ہے۔ ایسے عظیم و جلیلِ محسن کے احسانات کا اقرار و اعتراف نہ کرنا بہت بڑی ناشکری اور ناسپاسی تھی۔ لیکن اُمتِ اپنے محسنِ اعظم کے احسانوں کا شکریہ کس طرح ادا کر سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا:

اے ایمان والو! ان پر خوب درود اور سلام بھیجو۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ پر درود بھیجنا حضور ﷺ کے احساناتِ عظیمہ کا اقرار اور آپ کی ذاتِ اقدس سے اپنے تعلق اور اپنی نیاز مندی کا اظہار ہے اور آپ کے احسانات کا بدلہ نہ دے سکنے کا اعتراف ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں حضور ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا اور احادیث میں درود کے فضائل و برکات بیان کئے گئے اور حضور ﷺ پر درود نہ بھیجنے والوں کی مذمت کی گئی۔

درود شریف کے فضائل

حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا۔ اس شخص کی ناک غبار آلود ہو کہ جس کے

سامنے میرے نام کا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

مَنْ ذَكَرْتُ عَنْدهُ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ أَخْطَأْ طَرِيقَ الْجَنَّةِ۔ (شفاء ص ۶۲)

جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ وہ جنت کا راستہ

بھول جائے گا۔

نیز نبی ﷺ نے فرمایا:

رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذَكَرْتُ عَنْدهُ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ۔ (ترمذی)

ذلیل و خوار ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ اس وقت مجھ پر

درود نہ پڑھے۔

قرآن مجید میں ارشادِ باری ہے۔

إِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا۔ الخ

جب کوئی شخص تمہیں سلام کرے تو اس کو بہترین جواب دو ورنہ اتنا ہی دو۔

آیت بالا میں سلام کرنے کا حکم ہے۔ حدیث میں بھی حضور ﷺ نے سلام

کو پھیلانے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ سلام کا جواب نہایت خندہ پیشانی سے

دو۔ یہ حکم جمعِ مومنین کیلئے ہے۔ حضور اکرم ﷺ بھی اس میں داخل ہیں۔ ادھر ہمیں

حضور ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم ہے اور بحکمِ آیت قرآنی حضور ﷺ ہمارے درود

کا جواب نہایت ہی عمدہ عطا فرماتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ہماری مغفرت طلب

فرماتے ہیں اور شفاعت کہتے ہی مغفرت کو ہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضور ﷺ پر درود

پڑھنے والے کی حضور ﷺ ضرور شفاعت فرمائیں گے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو

حضور ﷺ پر درود و سلام نچھاور کرتے ہیں اور کونین کی نعمتیں پاتے ہیں اور بد نصیب

ہیں وہ جو اس سعادتِ عظمیٰ سے محروم رہتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر

ایک سو مرتبہ درود پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی سوا حجتیں پوری فرمائے گا۔ یعنی ستر حجتیں آخرت کی اور تیس حجتیں دنیا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو مقرر فرماتا ہے جو تمہارا درود میری قبر میں مجھ تک پہنچاتا ہے۔ جیسے تم پر تجھے پیش کئے جاتے ہیں۔

إِنَّ عَلِمِي بَعْدُ وَفَاتِي كَعَلِمِي فِي حَيَاتِي۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۸۰)

وصال کے بعد میرے علم کی کیفیت وہی ہے جو میری حیات میں تھی۔

حدیث کے آخری جملوں سے واضح ہوا کہ وصال کے بعد بھی حضور ﷺ کی تمام قوتوں کی کیفیت وہی ہے جیسی حیات میں تھی۔ حضور ﷺ ہمارے درود کو بذات خود سنتے ہیں اور فرشتوں کے ذمہ درود پہنچانے کی خدمت ایسے ہی ہے۔ جیسے ہمارے اعمال فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔
لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَى إِلَّا بَلَّغْنِي صَوْتَهُ حَيْثُ كُنَّا قُلْنَا وَبَعْدُ وَفَاتِكَ قَالَ بَعْدُ رَفَاتِي إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ۔ (جلال الانعام ص ۷۳)

میرا جو امتی مجھ پر درود پڑھے مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے وہ جہاں بھی ہو۔ ہم نے عرض کی اور آپ کی وفات کے بعد؟ فرمایا میری وفات کے بعد بھی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا زمین پر کہ وہ انبیائے کرام کے جسموں کو کھائے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَاسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ۔ (ترمذی ابن ماجہ)

میں ہر اس چیز کو دیکھتا ہوں جس کو تم نہیں دیکھتے اور ہر اس آواز کو سنتا ہوں جس کو تم نہیں سنتے۔

اس حدیث میں کلمہ مایا تو موصولہ ہے یا مکرہ۔ اگر موصولہ ہو تو عموم واضح ہے کیونکہ موصولہ کلمات عموم سے ہے اور اگر مکرہ ہے تو حسب ضابطہ جب مکرہ خیر نفی

میں ہے تو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ بنا بریں اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور ﷺ ہر اس چیز کو دیکھتے ہیں جو سب کی حد نظر سے باہر ہے اور ہر اس آواز کو خواہ وہ آواز زمین کی یا آسمان کی عرش و کرسی کی ہو یا انسانوں اور حیوانوں کی۔ نباتات کی ہو یا جمادات کی۔ جنات کی ہو یا فرشتوں کی سب کی آواز کو سنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کلمہ ما کے عموم میں درود و سلام پڑھنے کی آواز بھی داخل ہے جس سے واضح ہوا کہ حضور ﷺ کو اپنے ہر امتی کا درود و سلام خواہ وہ عالم کے کسی بھی حصہ میں ہو گوش خود سنتے ہیں۔

درود کے معنی

علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ حضور نبی کریم ﷺ کے ذکر پاک کو دنیا میں بلند فرما۔ ان کی دعوت اسلام کو عام کر اور ان کی شریعت کو قیامت تک قائم رکھ۔

وَفِي الْآخِرَةِ بِتَشْفِيعِهِ فِي امْتِهِ۔

اور آخرت میں آپ کی شفاعت آپ کی امت کے حق میں قبول فرما۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضور ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے ہمیں اس طرح حضور ﷺ کی ذات استودہ صفات پر درود پڑھنا چاہیے۔

صَلِّينَا عَلَى النَّبِيِّ وَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ۔

ہم درود بھیجتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ پر

مگر سب جانتے ہیں کہ ہم اس طرح درود نہیں پڑھتے بلکہ یوں پڑھتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم۔

اے اللہ! تو رحمت بھیج محمد ﷺ پر۔

یعنی درود ہم کو بھیجنا چاہیے تھا مگر ہم اللہ سے عرض کرتے ہیں کہ اے رب تو درود

بھیج تو اس کی کیا وجہ ہے۔ علامہ شوکانی کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں یہ عرض کرتے ہیں کہ اے رب تو نے ہمیں اپنے رسول پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

وَلَيْسَ فِي وَسْعِنَا أَنْ نُصَلِّيَ صَلَاةَ تَلِيْقٍ بِجَنَابِهِ لِأَنَّمَا نَقْدِرُ وَأَنْتَ عَالِمٌ بِقَدْرِ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْتَ تَقْدِرُ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ صَلَاةَ تَلِيْقٍ بِجَنَابِهِ۔

لیکن ہم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ ہم حضور ﷺ کے مرتبہ و مقام کے مطابق آپ پر درود بھیجیں کیونکہ حضور ﷺ کی جوعزت و منزلت اور مرتبہ کی بلندی سے جیسے تو واقف ہے ہم نہیں ہیں۔ اس لئے ہم عرض کرتے ہیں کہ اے رب ہماری طرف سے بھی تو ہی حضور ﷺ کی شان کے مطابق درود بھیج دے کیونکہ تو اس پر قادر ہے۔

علامہ شوکانی نے جو نکتہ بیان کیا ہے۔ منکر بن عظمیٰ نبوی ﷺ کی آنکھیں کھول دینے کیلئے کافی ہے اور اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے مرتبہ و مقام کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ حضور ﷺ کا مرتبہ اور آپ کی شان خدا ہی کو معلوم ہے۔ ہم لوگ تو صرف چند آسان سی تجلیوں کو دیکھ کر حضور اکرم ﷺ کے اوصاف بیان کر دیتے ہیں ورنہ

محمد ﷺ سے صفت پوچھو خدا کی

خدا سے پوچھئے شان محمد ﷺ

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا ایک شخص حج میں ہر مقام پر درود شریف پڑھ رہا ہے۔ میں نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ ایک سفر میں میرے والد کا انتقال ہو گیا۔ میں تنہا تھا اور میرے والد کا منہ کالا

ہو گیا تھا۔ سخت فکر مند تھا۔ الہی کیا کروں۔ اسی کشمکش میں میری آنکھ لگ گئی اور خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پھر میں نے دیکھا کہ میرے باپ کی صورت ٹھیک ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے عرض کی۔ سرکار یہ کیا تو آپ نے فرمایا تمہارا باپ سخت مجرم تھا۔ مگر درود شریف کثرت سے پڑھتا تھا۔ پس جب سے میں درود شریف کا ورد رکھتا ہوں۔ (روح البیان)

سبحان اللہ! درود شریف کی برکت سے مجرم کا چہرہ روشن ہو گیا اور سرکار درود عالم ﷺ نے اکرام و انعام کی بارش فرمادی۔

شہد کی مکھیاں

ایک دن حضور سرور عالم ﷺ نے شہد کی مکھیوں سے فرمایا کہ تم شہد کس طرح بناتی ہو۔ مکھی نے عرض کی۔ سرکار! ہم پھولوں کا رس چوستے ہیں اور پھر اپنے گھر آ کر اس کو اگل دیتے ہیں۔ وہ شہد بن جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تو ٹھیک ہے مگر پھولوں کا رس مختلف ذائقہ کا ہوتا ہے۔ ان میں شیرینی کہاں سے آ جاتی ہے۔ مکھی نے عرض کی۔ گفت چوں خواہم بر احمد درود می شود شیریں و تلخی را ربود! (یا رسول اللہ ﷺ جب ہم گلشن سے رس لاتے ہیں تو اس پر درود شریف پڑھتے ہیں۔ شہد کی شیرینی درود پاک کی برکت سے ہے)

سبحان اللہ! درود شریف کی برکت سے پھیکے اور تلخ رس میں شیرینی پیدا ہو گئی۔ مفسر شہیر علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ نے تفسیر روح البیان میں یہ واقعہ تحریر فرمایا ہے۔ ایک صاحب سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کے حضور حاضر ہوئے کہنے لگے مدت سے تمنا تھی کہ حضور اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت ہو تو اپنی زبانوں کی داستان خدمت اقدس میں پیش کروں۔ اللہ کے فضل سے گزشتہ روز دیدار پر انوار سے مشرف ہوا۔ میں نے بحضور نبوی ﷺ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ایک ہزار روپے کا مقروض

ہوں۔ ادائیگی پر قدرت نہیں خوف دامنگیر ہے کہ اگر بغیر ادائیگی قرض موت آگئی تو یہ بارِ عظیم میری گردن پر باقی رہ جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ محمود سبکیں کے پاس جا کر ان سے رقم طلب کرو۔ میں نے عرض کی حضور ﷺ اگر سلطان نے نشانی طلب کی اور ثبوت مانگا تو کیا کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ سلطان سے کہہ دینا کہ تم سونے سے پہلے تیس ہزار بار درود پڑھتے ہو اور بیدار ہو کر بھی تیس ہزار بار درود پڑھتے ہو۔ یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ مجھے تمہارے پاس حضور اقدس ﷺ نے بھیجا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بارگاہِ سلطانی میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یہ سن کر سلطان پر گریہ طاری ہو گیا، ان کا قرضہ ادا کر کے ایک ہزار روپے مزید ان کی خدمت میں پیش کئے۔

ارکانِ دولت نے سلطان کی خدمت میں عرض کی، عالی جاہ آپ نے اس شخص کی ایسی بات کی تصدیق کی جو ناممکن ہے۔ ہم حضور کی خدمت میں شب و روز حاضر رہتے ہیں۔ ہم نے تو کبھی آپ کو اس تعداد میں درود پڑھنے میں مشغول نہیں دیکھا؟ پھر یہ بات بھی عقل میں نہیں آتی اتنی قلیل مدت میں آپ ساٹھ ہزار مرتبہ درود شریف کس طرح پورا فرماتے ہیں۔ سلطان نے جواب دیا۔

میں نے علماء کرام سے سنا تھا کہ جو شخص مندرجہ ذیل درود شریف ایک مرتبہ پڑھے گا وہ دس ہزار بار پڑھنے کے برابر ہوتا ہے۔ میں اس درود شریف کو تین مرتبہ سوتے وقت اور تین مرتبہ بیدار ہو کر پڑھ لیتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ ساٹھ ہزار بار پڑھنے کی سعادت حاصل ہوگئی اور مجھ پر گریہ اس خوشی میں طاری ہوا کہ علماء کرام کے ارشاد کی تائید حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمادی۔ وہ درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَا اَخْتَلَفَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَتَعَاقَبَ
الْعَصْرَانِ وَكَرَّرَ الْجَنَّةُ اِنْ وَاَسْقَطَ الْفَرْقَدَانِ وَبَلَغَ رُوْحَهُ وَاَرْوَاحَ اَهْلِ
بَيْتِهِ مِّنَ الْحَيٰٓةِ وَالسَّلَامِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ كَثِيْرًا۔

اسلام میں سنتِ رسول ﷺ کا مقام

اس مسئلہ پر بحث سے قبل تین باتیں قابلِ غور ہیں۔

اول اللہ تعالیٰ نے کتاب اور رسول کے واسطے کے بغیر خود ہی مخلوق کی ہدایت کیوں نہ فرمائی۔

دوم رسالت کے کام کیلئے صرف انسانوں کو کیوں منتخب کیا۔ فرشتوں یا دیگر غیر انسانی ہستیوں کو اس کام کیلئے کیوں نہ مامور کر دیا۔

سوم تمام آسمانی کتابوں کو رسول کے واسطے سے کیوں نازل کیا۔ صرف کتاب ہی کیوں نہ نازل کر دی۔

سوالِ اول کا جواب یہ ہے

کہ اللہ تعالیٰ غایتِ تجرد اور نہایت تقدس میں ہے یعنی وہ ایک ایسی ہستی ہے جو کمال کے انتہائی بلند مقام پر قائم ہے اور انسان نقصان کے انتہائی درجہ پر ہے۔ اس لئے انسان میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ خدا سے بلا واسطہ ہدایت اور فیض حاصل کرے اور نہ خدا ہی بلا واسطہ اپنے بندے سے تعلق پیدا کرتا ہے اور اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ خدا قادر نہیں ہے؟ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نقصان انسان میں ہے۔ اس میں یہ صلاحیت اور قابلیت اور استعداد ہی نہیں ہے کہ وہ براہِ راست خدا سے فیض لے کیونکہ ناقص کامل سے اسی وقت بلا واسطہ فیض حاصل کر سکتا ہے جبکہ ناقص اور کامل میں کوئی

مناسبت ہو۔ اور خدا اور بندہ میں تو کوئی مناسبت ہے ہی نہیں۔ وہ خالق ہے اور یہ مخلوق۔ خالق اور مخلوق کا کیا جوڑ۔ اس لئے اللہ سے فیض لینے اور اس کی رضا اور احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کیلئے ایک واسطہ کی ضرورت پڑی۔ ایسا واسطہ جس کا تعلق خدا سے بھی ہو اور مخلوق سے بھی۔ پس یہ واسطہ انبیاء کرام ہیں جن کے ذریعہ مخلوق کا تعلق خدا سے قائم ہوتا ہے۔

اب یہ سمجھئے کہ انسان تو عافیت نقصان میں تھا اور وہ اپنی عدم صلاحیت کی وجہ سے خدا سے بلا واسطہ تعلق پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ پھر انبیاء جو انسان ہی ہوتے ہیں۔ وہ اللہ سے کیسے تعلق پیدا کر سکتے ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء اگرچہ انسان ہی ہوتے ہیں مگر انسانیت کی نہایت بلند سطح پر ہوتے ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے خود ایسی صلاحیت اور استعداد پیدا فرمادیتا ہے کہ وہ بلا واسطہ اس سے تعلق رکھیں۔ انبیاء میں چند خصوصیات ایسی ہوتی ہیں۔ جو انسانوں میں تو کیا فرشتوں میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ جیسے خدا اپنی مخلوقات کے درمیان تقدس اور تجرد کے نہایت بلند مقام پر ہوتا ہے اسی طرح انبیاء کرام عام انسانوں میں تقدس اور تجرد کے نہایت بلند مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ تجرد کی جہت سے وہ خدا سے تعلق رکھتے ہیں اور تعلق کی جہت سے وہ پیغامات الہی بندوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کیلئے انبیاء کرام کو واسطہ قرار دیا اور خود بلا واسطہ مخلوق کی ہدایت نہیں فرمائی۔

سوال دوم کا جواب یہ ہے

اللہ کی سنت یہ ہے کہ عام انسانوں کی ہدایت کیلئے رسول بشری ہی مبعوث فرماتا ہے اور اللہ کی سنت میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتے یا غیر انسانی ہستیاں انسان کی ہدایت اور تزکیہ کا سبب نہیں بن سکتی۔ کیونکہ انسان کی ہدایت کا سبب

وہی بن سکتا ہے جو انسان کے ساتھ مناسبت رکھے۔ فرشتے اپنی نورانیت اور ملکیت کی وجہ سے اور غیر انسانی ہستیاں اپنے فطری تصور اور عدم صلاحیت کی وجہ سے انسان کیلئے ہادی نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ ہر زمانہ کے کفار نے انبیاء و مرسلین سے یہ ہی مطالبہ کیا ہے کہ اگر خدا کو پیغام پہنچانا ہی منظور ہے تو ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل کرتا کہ ہمیں اس پیغام کے منزل من اللہ ہونے کا یقین آ جائے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کے جواب میں فرمایا:

لَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا

اگر ہم فرشتے بھی بھیجتے تو ان کو انسانی لباس میں بھیجتے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ انسان کی ہدایت اور تزکیہ و تربیت کیلئے فرشتہ کام نہیں دے سکتا۔ کیونکہ فرشتے اور انسان میں کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ فرشتہ انسانی جذبات سے محروم ہے۔ شہوانی قوتیں اس میں مفقود ہیں انسانی ضرورتوں سے بے نیاز ہے۔ ایسے ملکی اور نوری افراد انسان کی تعلیم و تربیت کے فرائض ادا کر ہی نہیں سکتے اسی لئے فرمایا کہ اگر ہم فرشتوں کو بھیجتے تو بھی ان کو لباس بشریت میں بھیجتے تاکہ انسان اور فرشتہ میں مناسبت پیدا ہو جاتی۔ بلکہ قرآن کریم نے یہاں تک فرمایا کہ فرشتے اسی صورت میں بھیجے جاسکتے تھے جبکہ زمین پر فرشتے بستے ہوتے۔

لَوْ كَانَتْ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ - لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا

اگر زمین میں فرشتے بستے ہوتے تو ہم ان کی ہدایت کیلئے رسول ملکی کو مبعوث فرماتے۔ (قرآن مجید)

اس لئے اللہ تعالیٰ نے عام انسانوں کی ہدایت و تزکیہ و تربیت کیلئے فرشتوں کی بجائے انسانوں کو ہی رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔

سوال سوم کا جواب یہ ہے

اب رہا یہ سوال کہ کتاب کو رسول کے واسطے سے کیوں نازل کیا۔ صرف کتاب ہی کیوں نہ نازل کر دی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانی کتابوں کو رسول ہی کے واسطے سے نازل کیا ہے۔ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ صرف کتاب نازل کر دیتا اور کتاب کے مطبوعہ نسخے ہر انسان تک پہنچا دیے جاتے۔ اگر کتاب کی اشاعت کا یہ طریقہ اختیار کیا جاتا تو بلاشبہ یہ ہدایت کا یقینی ذریعہ ہوتا کیونکہ ایسے صریح معجزے اور بالکل ظاہر خارجی عادت کو دیکھ کر ہر شخص مان لیتا کہ یہ کتاب واقعی خدا کی طرف سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے باوجود قادر مطلق ہونے کے یہ طریقہ اختیار نہیں فرمایا۔ بلکہ ہمیشہ اپنے رسولوں ہی کے ذریعہ کتابیں نازل کیں تا آنکہ قرآن شریف کی باری آئی۔ تو قرآن بھی بلا واسطہ نہیں دیا۔ بلکہ اس کے نزول سے پہلے بڑے انتظامات فرمائے۔ پھر ایک مقدس ہستی کو ابتدا ہی سے قرآن کیلئے مخصوص و منتخب فرمایا۔ جب وہ ہستی دنیا میں جلوہ فرما ہو گئی۔ تو پھر قرآن نازل ہوا۔ اور رسول کریم ﷺ کے واسطے سے قرآن بھی دیا گیا۔ آخر کیوں؟ اس کا تسلی بخش جواب خود قرآن ہی نے دیا ہے اس نے بتایا ہے کہ اللہ نے جس قدر رسول مبعوث کئے ہیں۔ ان کی بعثت کا مقصد یہ رہا ہے کہ فرامین الہی کے مطابق حکم دیں اور لوگ انہیں کے احکام کی اطاعت کریں۔ وہ کتاب الہی پر خود عمل کر کے دکھائیں اور لوگ انہیں کے نمونہ کو دیکھ کر ان کا اتباع کریں۔

مَا أَرْسَلْنَا مِنْ رُسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ۔

ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ دنیا میں جتنے انبیاء کرام تشریف لائے سب نے اپنی امت سے یہی مطالبہ کیا۔

اتَّقُوا اللَّهَ وَاطِيعُواْ

اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

حضور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے بھی یہی کہلوا یا گیا۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ۔

اگر اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔

ان نصوص قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ کتاب کے ساتھ رسولوں کو اور قرآن کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمانے کی حکمت یہ ہے کہ کتاب اور رسول دونوں کی اطاعت کی جائے اور اللہ کا منشاء یہ ہے کہ جس طرح لوگ میری کتاب کی اطاعت کریں۔ ٹھیک اسی طرح لوگ کتاب کے ساتھ جو رسول بھیجا گیا ہے اس کا بھی اتباع کریں۔

مُعَلَّم کتاب

اس میں شک نہیں کہ کتاب (قرآن) دین و شریعت کی اصل ہے اور اولہ شریعہ میں سب سے مقدم اور محکم قرآن ہی ہے اور یہ بات منکرین حدیث کو بھی تسلیم ہے کہ قرآن صرف اصول دیتا ہے۔ اور اپنے اصول کی تشریح و توضیح کسی اور پر چھوڑ دیتا ہے۔ آخر کیوں؟ کیا قرآن ناقص ہے؟ کیا وہ ملت کا دائمی اور آخری ضابطہ حیات نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے تو پھر قرآن میں اصول کیوں ہیں؟ اجمال اور ابہام کیوں ہے؟ تو اس کی وجہ بھی خود قرآن ہی نے بتادی۔ اس نے ہمیں بتایا کہ اگر محض کتاب اتار دی جاتی۔ اور اس کے ساتھ کوئی رسول نہ آتا تو لوگ آیات کے معانی میں اختلاف کرتے۔ اصول کی جزئیات میں لڑتے جھگڑتے اور کون ان کی تسلی کرنے والا اور غلطی کی نشاندہی کرنے والا نہ ہوتا۔ اور اس طرح اللہ کی کتاب جدال و نزاع کا اکھاڑہ بن جاتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے کتاب کے ساتھ رسول ﷺ کو بھی مبعوث کیا اور قرآن کو رسول کریم ﷺ پر نازل فرمایا۔ یہ صرف اس لئے تاکہ لوگ اپنے اپنے طور پر نہیں بلکہ رسول ﷺ کے بیان اور تشریح کی روشنی میں قرآن کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔

قرآن کریم نے اپنے ساتھ رسول ﷺ کے اس تعلق کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لَتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ۔

ہم نے یہ ذکر (قرآن) آپ پر اس لئے نازل کیا ہے تاکہ آپ خوب کھول کھول کر بیان کر دیں اس کو جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے۔

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوتیں کہ قرآن کے ساتھ رسول ﷺ کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ رسول قرآن کے شارح ہیں اور ان کا فرض نبوت یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کی خوب تشریح و توضیح فرمائیں اور امت کا فرض یہ ہے کہ وہ رسول کا اتباع کرے اور اس کے اسوۂ حسنہ پر چلے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

تمہارے لئے رسول کریم میں بہترین نمونہ ہے۔

تلاوتِ آیات

پھر یہ ہی نہیں کہ قرآن نے صرف ایک ہی جگہ رسول کے اس منصب اور فرض کو بیان کر دیا۔ بلکہ متعدد مقام پر رسول کے فرائض اور اس کے مراتب سے دنیا کو آگاہ کیا گیا۔ چنانچہ فرمایا۔

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔

یہ رسول قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور ان کو پاک کرتے ہیں اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

اس آیت میں دو چیزیں الگ الگ ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) تلاوتِ آیات

(۲) تعلیم کتاب

آیات کی تلاوت کا مطلب تو بالکل واضح ہے البتہ تعلیم کتاب کی مراد پر غور کرنا ہے۔ اگر تعلیم کتاب سے بھی قرآن کی عبارت پڑھ کر سنانا اور یاد کرنا ہی مقصود ہے تو تلاوتِ آیات سے الگ کوئی چیز نہ ہوئی۔ حالانکہ وہ اس سے الگ چیز ہے اور الگ ہی ذکر کی گئی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یقیناً تعلیم کتاب سے مراد قرآن کی تشریح اس کے معانی و مطالب کی توضیح ہی ہے۔ جب قرآن مجید سے یہ ثابت ہو گیا کہ جس طرح حضور ﷺ کے فرائض نبوت میں الفاظ و کلمات قرآن کریم کی تلاوت ہے۔ اسی طرح اس کے معانی و مطالب کا بیان بھی فرائض رسالت میں داخل ہے تو اب لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ جس طرح متن قرآن جت ہے۔ اسی طرح اس کی نبوی تشریح بھی جت ہے۔ ورنہ قرآن کا آپ کو معلم کتاب کہنا اور کتاب کی تعلیم کو آپ کا فرض رسالت قرار دینا بالکل بے معنی ہوگا۔ جب قرآن کریم سے حضور ﷺ کا معلم اور شارح ہونا ثابت ہو گیا۔ تو جو شخص آپ کی رسالت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو یہ بھی اقرار کرنا پڑے گا کہ جیسے حضور ﷺ نے متن قرآن کی تلاوت و تبلیغ کو اسی طرح آپ نے قرآن کریم کے مطالب و معانی بھی بیان فرمائے۔ پھر جب قرآن کریم اللہ کی آخری کتاب ہے۔

حضور ﷺ آخری نبی تو نہ اب کوئی نئی کتاب آسکتی ہے اور نہ کوئی دوسرا نبی اور اس آخری کتاب کا اس کے نزول کے وقت سے رہتی دنیا تک باقی رہنا ضروری ہے۔ جب اس کی بقا ضروری ہے تو قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کیلئے حضور ﷺ کی قوی و فعلی تشریحات و توضیحات کا بھی ہر دور اور ہر زمانہ میں منقول و منقول اور موجود رہنا ضروری ہے۔

الغرض: ان دونوں خصوصیات قرآنیہ سے ثابت ہوا۔

(۱) حضور ﷺ قرآن کے شارح ہیں۔

(۲) حضور ﷺ نے جس طرح متن قرآن کی تبلیغ کی۔ اسی طرح آپ نے

قرآن مجید کے مطالب و معانی بھی بیان فرمائے۔

(۳) جب قرآن کریم کا باقی رہنا ضروری ہے تو حضور ﷺ کی تشریح کا باقی رہنا بھی ضروری ہے۔

(۴) جب قرآن حکیم کی دین میں حجت یقینی ہے تو قرآن حکیم کی شرح بھی دین میں حجت یقینی ہے اور قرآن حکیم کے ساتھ اس کی شرح (حدیث) کو ماننا بھی ضروری ہے۔

تعلیم حکمت

اب آیۃ زیر غور کے دوسرے ٹکڑے پر غور کیجئے۔ تعلیم قرآن کے ساتھ تعلیم حکمت بھی حضور ﷺ کا ایک فریضہ بتایا گیا ہے۔ یعنی جس طرح قرآن کریم کے مفہوم و مطالب کو بیان کرنا حضور ﷺ کا فرض نبوت ہے۔ اسی طرح حکمت کی تعلیم دینا بھی آپ کا فرض ہے۔

یہ حکمت کیا ہے؟ قرآن بتاتا ہے کہ حکمت ایک ایسی چیز ہے جو اللہ نے قرآن شریف کے علاوہ محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کی ہے۔

(۱) وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔

اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی اور حکمت بھی نازل کی اور سکھا دیا تم کو وہ جو تم نہیں جانتے تھے اور تم پر تو اللہ کا بڑا فضل ہے۔

(۲) وَإِذْ كُنَّا مَا يَنْتَلِي عَلَيْكُنَّ فَيُؤْيِيكَنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ۔

یاد کرو اس کو جس کی تلاوت ہوتی ہے تمہارے گھروں میں آیتیں اور حکمت۔ ان دونوں آیتوں سے واضح ہوا کہ جس طرح حضور ﷺ پر قرآن نازل ہوا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ پر حکمت بھی نازل کی۔ اب یہ حکمت کیا ہے؟ جواز و اجب

مطہرات کے گھروں میں قرآنی آیتوں کے علاوہ پڑھی جاتی تھی؟ وہ کیا چیز تھی جو حضور ﷺ ان کو قرآن کے علاوہ سنا تے تھے؟ یہ حضور ﷺ کی احادیث اور سنت تھی۔ یعنی قرآن کی تشریح فرمانے کے ضمن میں حکمت و دانائی کی وہ باتیں جو الفاظ قرآن کے علاوہ حضور سید عالم ﷺ کی زبان اقدس یا فعل و عمل سے ظاہر ہوئیں۔ وہی حدیث اور سنت ہے۔ اور اسی کو قرآن نے حکمت سے موسوم کیا ہے اور چونکہ اس آیت سے حکمت کے یاد رکھنے کا وجود بھی ثابت ہوا۔ پھر یاد رکھنے سے اصل مقصود ہی عمل ہے تو سنت و حدیث پر عمل کا واجب و مامور ہونا بھی ثابت ہوا ہے اور جب سنت ہی کا دوسرا نام حکمت ہے اور حکمت منزل من اللہ ہے تو اس سے سنت کا منزل من اللہ اور وحی الہی ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ اسی لئے حضور سرور عالم نور مجسم ﷺ نے اس حکمت کو اللہ کی طرف سے دیئے جانے کی تشریح فرمائی۔

أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ۔ (ابوداؤد)

خبردار مجھے قرآن کریم عطا کیا گیا اور اس کے ساتھ ایک اور چیز اس کی مثل دی گئی ہے۔

یہ قرآن کی مثل کیا چیز تھی؟ جس کے متعلق آپ نے فرمایا ”مجھے دی گئی“ گویا خود بخود آپ میں وہ چیز موجود نہ تھی۔ بلکہ خدا کی طرف سے تھی۔ وہ چیز حکمت ہی تھی۔

اور حکمت سنت رسول ہے۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی جو تشریح و توضیح حضور ﷺ فرماتے تھے۔ وہ اللہ کی وحی اور اس کی ہدایت کے ماتحت ہوتی تھی۔ جب وہ اللہ کی ہدایت کے ماتحت ہوتی تھی۔ تو پھر اس کا دین کا جزو اور مامور بہ ہونا بالکل ظاہر بات ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جس طرح قرآن مجید کو ماننا ضروری ہے۔ اسی طرح سنت رسول کو ماننا اور اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے اور سنت کے بغیر فہم قرآن ناممکن ہے۔

رسول کا مرتبہ و مقام

حقیقت یہ ہے کہ منکرین حدیث دراصل منصب نبوت و رسالت کے منکر ہیں۔ اسی لئے وہ یہ کہتے ہیں کہ رسول کا کام صرف اللہ کی وحی کو بندوں تک پہنچا دینا ہے اور بس۔ باقی رہے اس کے اقوال و اعمال یہ دین نہیں ہیں۔ لیکن قرآن صاف لفظوں میں ان کے اس کافرانہ نظریہ کی تردید کرتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ رسول کا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہی نہیں ہے بلکہ پیغام الہی کے معانی و مفہوم۔ تشریح و مطالب کو بیان کرنا بھی اس کا فرض ہے۔ رسول صرف قاصد ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ مطاع ہادی، امام مربی، حاکم مبشر، نذیر، سراج منیر، صاحب حکمت، صاحب خلق عظیم، صاحب مقام محمود، مجتبیٰ، مصطفیٰ، مقبول مبین، شارح، معلم، حکم، مزی، داعی الی اللہ، آروانا ہی بھی ہوتا ہے۔

رسول کے ان اوصاف جلیلہ پر قرآن مجید کی آیات شاید ہیں جن کی تفصیل کیلئے دفتر درکار ہے۔ تاہم چند آیات قرآنیہ یہاں درج کی جاتی ہیں جو رسول کے مرتبہ و مقام کی وضاحت کیلئے کافی ہوں گے۔

(۱) مَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ

ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔

(۱) اس آیت میں بتایا گیا کہ رسول کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ یہ نہیں ہے کہ اس کو صرف اللہ کا رسول مان لیا جائے۔

(۲) پھر اطاعت رسول کا حکم جہاں جہاں آیا ہے بالکل مطلق ہے۔ اس میں کوئی قید نہیں ہے کہ فلاں امور میں تو رسول کی اطاعت کرو اور فلاں نہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ رسول ایک حاکم عام ہے جو حکم بھی وہ دے، مومنوں کو اس کا ماننا لازمی ہے۔

(۲) قرآن کریم نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت کی طرح ہے۔ رسول کی اطاعت ایک عام انسان کی اطاعت کی طرح نہیں ہے جیسا کہ

جاہل کفار کا خیال تھا جو کہتے تھے۔

هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا إِنَّكُمْ إِذَا لَخَسِرُونَ

کیا یہ تم جیسا ایک بشر نہیں ہے۔ اگر تم نے اپنے جیسے ایک بشر کی اطاعت کی۔ تو تم ضرور ٹوٹے میں رہو گے۔

(۳) قرآن نے جاہل کفار کے اس خیال کی تردید کر دی اور مومنوں کو یہ اطمینان دلایا کہ رسول کی اطاعت عام انسانوں کی اطاعت کی طرح نہیں بلکہ دراصل خدا کی اطاعت ہے۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ

جس نے رسول کی اطاعت کی۔ اسی نے اللہ کی اطاعت کی۔

(۴) قرآن نے یہ بھی بتایا ہے کہ رسول من جانب اللہ امام اور ہادی ہوتا ہے اور ہر اختلاف اور نزاع کی صورت میں رسول کو حکم بنانا اسی طرح ضروری ہے جس طرح خدا کو۔

وَجَعَلْنَاهُمْ أَيْمَةً يَهْتَدُونَ بِأَمْرِنَا

ہم نے انبیاء کو ہدایت کا امام بنایا ہے۔ وہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں۔

(۵) أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ کی اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات میں نزاع ہو تو اس میں اللہ و رسول کی طرف رجوع کرو۔

فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ كَانْفَرَهُ خَاصَ طُورٍ قَابِلٍ غُورٍ

میں جب مسلمانوں کے درمیان اختلاف واقع ہو تو حکم ہے کہ خدا اور رسول کی طرف

رجوع کریں۔ اس میں خدا اور رسول دونوں کو حکم بنانے کا حکم ہے۔ اگر مرجع بالکل قرآن مجید ہوتا تو قُرْآنُہُ إِلَى اللّٰہِ کہنا کافی تھا لیکن اس کے ساتھ وَالرَّسُولِ بھی کہا گیا جس میں صاف وضاحت ہے کہ قرآن کے بعد رسول کا طریقہ ہی مرجع ہے اور دین کے اصلی دو جز قرآن اور حدیث ہی ہیں۔

(۶) قرآن نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے فیصلہ کو دل و جان سے ماننا اہل ایمان کیلئے فرض بلکہ شرط ایمان ہے۔ جو شخص رسول کے فیصلہ کو نہ مانے وہ بے ایمان ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ۚ اِنْ اَعْرَضُوا عَنْكَ فَاعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا رُسُلَکَ وَتَاٰوَنُوْا بِالَّذِیْ هُوَ اَعْدٰی لِّکُمْ ۚ فَاُولٰٓئِکَ لَیْسَ لَهُمْ شَرَفٌ مَّا کَانَ لِمُؤْمِنٍ ۚ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضٰی اللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا ۚ اِنَّ یَّکُوْنُ لَہُمْ الْخَبِرَةُ مِنْ اَمْرِہُمْ۔

(۷) ما كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضٰی اللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا ۚ اِنَّ یَّکُوْنُ لَہُمْ الْخَبِرَةُ مِنْ اَمْرِہُمْ۔

کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کر دیں تو پھر ان کو اپنے معاملہ میں خود کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہے۔

یہاں کسی زمانہ کی قید نہیں ہے۔ مومن و مومنہ سے صرف عہد نبوی کے مومن مرد و عورت مراد نہیں ہیں بلکہ قیامت تک کے ہیں۔ امر کا لفظ نہایت عام ہے جو ہر قسم کے معاملات پر حاوی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر کام اور ہر بات میں خدا اور رسول کے فیصلہ کو تسلیم کرنا فرض ہے۔

(۸) قرآن نے یہ بھی اعلان کیا کہ اللہ کی طرح اس کے رسول کو بھی ساری دنیا کی چیزوں سے محبوب رکھنا ضروری ہے جو ایسا نہ کریں وہ فاسقین سے ہیں اور اللہ کی ہدایت سے محروم ہیں۔ جب اللہ اور رسول کسی کام کی دعوت دیں اور پکاریں تو اس پر

لیک کہنا ہر مومن کیلئے فرض ہے۔

اَحَبُّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ۔

اگر (یہ دنیا) تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہے تو اللہ کے امر (عذاب) کا انتظار کرو۔

(۹) اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ۔

اللہ اور اس کا رسول جب تمہیں آواز دیں تو فوراً لبیک کہو۔

(۱۰) اور یہ بھی کہ مومن وہی ہیں جو اللہ اور رسول کے حکم پر لبیک کہتے ہیں۔ اور اللہ اور رسول دونوں کی اطاعت کرتے ہیں۔

اِنَّمَا کَانَ قَوْلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ لَیَحْكُمْ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔

ایمان والوں کو جب اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ اللہ اور رسول ان کے درمیان فیصلہ دیں۔ تو ان کا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ وہ کہیں سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔

(۱۱) قرآن کریم نے یہ بھی بتایا کہ کسی شخص کی کامیابی اور فوز و فلاح کیلئے جس طرح اللہ کی اطاعت ضروری ہے۔ اسی طرح رسول کی اطاعت بھی فرض ہے جس طرح اللہ کی نافرمانی، گمراہی و بدبختی ہے۔ اسی طرح رسول کی نافرمانی کا حال ہے۔

مَنْ یُطِيعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔

جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اس نے بڑی مراد کو پالیا۔

(۱۲) وَمَنْ یَعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا۔

جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔ وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔

(۱۳) قرآن کریم نے یہ ہدایت بھی دی ہے کہ مسلمانوں کو رسول کی نافرمانی کی کوئی بات بھی آپس میں نہیں کرنی چاہیے۔ ایک مؤمن کا اپنی جان پر جتنا حق ہے اس سے کہیں زیادہ اس کی جان پر نبی کا حق ہے اور اس کے ساتھ نبی کو راضی کرنا بھی ضروری بلکہ شرط ایمان ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ

اے ایمان والو! جب تم چپکے چپکے بھی کوئی بات کرو۔ تو گناہ زیادتی اور ظلم اور رسول کی نافرمانی کی کوئی بات نہ کرو۔

(۱۴) النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ۔

نبی زیادہ قریب ہے۔ مومنوں کی جانوں سے۔

(۱۵) وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ۔

اللہ کے ساتھ اس کے رسول کو بھی راضی کرنا ضروری ہے۔

(۱۶) قرآن نے ان منافقین کی مذمت بھی کی ہے۔ جو اپنی خود غرضی اور منافقت

کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں کوتاہی کرتے تھے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُورًا۔

جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس کتاب کی طرف جس کو اللہ نے نازل کیا۔ اور رسول کی طرف آؤ۔ تو اے رسول تو دیکھے گا ان منافقوں کو کہ اعراض کرتے ہیں تیری طرف سے۔

اس آیت میں رسول کی اطاعت کا جس طرح حکم دیا گیا ہے وہ اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ رسول کی اطاعت مستقل طور پر فرض ہے۔ دیکھئے مَا أَنزَلَ اللَّهُ تُو

کتاب ہے لیکن وَاللَّي الرَّسُولِ یہ کتاب نہیں ہے۔ یہ تو رسول کی مستقل طور پر اطاعت کا حکم ہے۔

(۱۷) قرآن کریم نے یہ بھی اعلان کیا کہ کفار دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد جس طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر کف افسوس ملیں گے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی پر بھی افسوس کریں گے۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ۔ (احزاب)

جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے تو کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

اگر رسول کی اطاعت ایک مستقل اطاعت نہیں تھی تو پھر اللہ اور رسول کی اطاعت کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

(۱۸) قرآن کریم نے یہ بھی بتایا کہ رسول کی اطاعت غیر مشروط اور غیر محدود طور پر ہے۔ اس میں کسی زمانہ کی قید نہیں ہے اور رسول مستقل طور پر خدا کی طرح مطاع ہے۔ فرق یہ ہے کہ رسول کی اطاعت خدا ہی کے حکم اور اذن سے کی جاتی ہے۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ۔

اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔

یہاں اَطِيعُوا الرَّسُولَ کو اَطِيعُوا اللَّهَ سے ایک مستقل جملہ کی شکل میں لایا گیا ہے جس سے امر کی وضاحت مقصود ہے کہ رسول کی اطاعت بھی مستقل طور پر فرض ہے اور اگر اس کا یہ مطلب ہوتا کہ بس رسول جو کتاب لائے ہیں۔ اس کو مانا جائے تو صرف اَطِيعُوا اللَّهَ کہنا ہی کافی تھا۔ اَطِيعُوا الرَّسُولَ کے اضافہ کی ضرورت نہ تھی۔

(۱۹) قرآن کریم نے یہ بھی بتایا ہے کہ رسول کی مستقل طور پر اطاعت اس لئے

ضروری ہے کہ رسول جو کچھ کہتا ہے۔ وہ خدا کی ہدایت اور اس کی وحی کے ماتحت کہتا ہے۔ وہ اپنے نفس کی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتا۔ اس لئے تم کو مطمئن ہو جانا چاہیے کہ رسول کی پیروی میں کسی قسم کی گمراہی اور غلط روی کا خطرہ نہیں ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

تمہارے صاحب (محمد ﷺ) نہ گمراہ ہوئے اور نہ کج رو وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ جو کچھ کہتے ہیں وحی سے کہتے ہیں۔ جو ان پر کی جاتی ہے۔

إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ میں ہوئی ضمیر نطق رسول کی طرف لوثی ہے۔ جس کا ذکر مانتے ہیں کیا گیا ہے۔ اس آیت میں کوئی اشارہ بھی موجود نہیں ہے کہ نطق رسول کو صرف قرآن کے ساتھ مخصوص کیا جائے۔ یہاں تو ہر اس بات کو وحی الہی قرار دیا گیا ہے۔ جس پر نطق رسول کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول کا نطق (بولنا) خاص وحی سے ہوتا ہے اور اس میں رسول کی خواہش کو قطعاً دخل نہیں ہوتا۔

قرآن کریم نے یہ تصریح اس لئے کی ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ دین سے متعلق رسول کی ہر بات خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر کسی ایک بات میں بھی یہ شبہ ہو جائے کہ رسول خواہش نفس سے بولتا ہے اور اس کا نطق خدا کی وحی سے نہیں ہے تو پھر تو رسالت پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اس لئے قرآن کریم نے وضاحت کر دی کہ رسول کا نطق وحی الہی ہے۔ اس کی زبان سے جو کہتا ہے خاص خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہی بات حضور ﷺ نے خود اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمائی ہے۔

فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقًّا۔ (بخاری)

مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس سے جو کچھ نکلتا ہے حق ہی نکلتا ہے۔

(۲۰) قرآن کریم نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ اللہ کا اپنے نبی سے عارضی اور وقتی تعلق نہیں ہوتا کہ جب کبھی اس کو اپنے بندوں تک کوئی پیغام پہنچانا ہو اسی وقت یہ تعلق قائم ہو اور اس کے بعد منقطع ہو جائے بلکہ اللہ کا اپنے نبی سے دائمی تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ ذیل کی آیت اس امر پر دلیل ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَصُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔

اے محبوب! اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی۔ تو ان میں سے ایک گروہ تم کو راہ راست سے ہٹا دینے کا ارادہ کر ہی چکا تھا۔ مگر وہ خود اپنے آپ کو گمراہ کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے اور تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے (کیونکہ) اللہ نے تم پر کتاب اتاری اور حکمت نازل کی اور تمہیں وہ سب کچھ سکھا دیا۔ جو تم نہیں جانتے تھے اور تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

اس آیت مبارک میں تصریح کی گئی ہے کہ حضور ﷺ کا مگر ان اللہ تعالیٰ ہے۔ فضل الہی ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ دائمی طور پر آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اس لئے حضور ﷺ کے تمام اقوال و افعال اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہوتے ہیں۔ اسی مضمون کو اس آیت مبارک میں بیان کیا گیا ہے۔

وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں کی دست برد سے بچائے گا۔

اس آیت کا صرف یہ ہی مطلب نہیں ہے کہ جسم نبوی ﷺ کو دشمنوں سے محفوظ رکھا جائے گا بلکہ یہ بھی ہے کہ رسول کریم ﷺ کا وجود مبارک اللہ کی حفاظت میں ہے۔ اس لئے نبی ﷺ کی آنکھیں اور اس کی زبان حق دیکھتی اور حق ہی کہتی ہے۔ اور نبی ﷺ دین سے متعلق جو کچھ فرماتا ہے۔ وہ منشاء ایزدی کی ترجمانی ہوتی ہے۔ ان آیات قرآنیہ نے بتا دیا کہ نبی صرف پیامبر ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ امر و نہی بھی ہوتا ہے اور وہ اپنے قول و عمل سے نازل شدہ کتاب کے احکام کی جو تفسیر و تشریح اور توضیح فرماتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کی ترجمانی ہوتی ہے اور دین سے متعلق رسول کا قول و عمل قرآن کی طرح غیر متبدل اور واجب العمل ہوتا ہے۔

وجی متلو و غیر متلو

منکرین حدیث یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ پر جو وجی نازل کی۔ وہ قرآن میں بند ہے۔ قرآن مجید کے علاوہ آپ پر کوئی اور وجی نازل ہی نہیں ہوتی تھی۔ لہذا صرف قرآن واجب العمل ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال و اعمال دین اور شریعت نہیں ہیں لیکن ان کا ایسا کہنا عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔ اصطلاح شریعت میں وجی ان مطالب و معارف کا نام ہے جو اللہ کی طرف سے انبیاء کرام پر نازل ہوتے ہیں۔ بنیادی حیثیت سے وجی کی تین قسمیں ہیں۔ براہ راست بلا واسطہ خطاب جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا۔ دوسرے فرشتے کے واسطہ سے کلام جیسا کہ نزول قرآن کے باب میں ہوا۔ تیسرے ان دونوں طریقوں سے ہٹ کر مطالب و احکام کا قلب رسول پر نزول۔ یہ تیسری قسم ہی وہ ہے جس کی روشنی میں حضور سید عالم ﷺ نے دین کے بیشمار امور کی تفصیلی ہیئت و شکل متعین کی اور قرآن کے اجمال کو اس طرح مفصل کر دیا کہ اس کی تسلیم شرط ایمان ٹھہری۔ منکرین حدیث اسی تیسری قسم کی وجی کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور دین کو قرآن تک محدود کر دینے کی غرض

سے نہ صرف اس کا انکار ہی کر رہے ہیں۔ بلکہ اس کے خلاف منظم مہم چلا رہے ہیں۔ یہ لوگ اتنی سی بات نہیں سمجھ پاتے کہ جو قادر قدیر خدا ہر شے پر قادر ہے اور نہ صرف گنہگار انسانوں بلکہ جانوروں تک صحیح خیالات اور درست فیصلوں کا الہام کرتا رہتا ہے اس کیلئے کچھ مشکل نہیں کہ وہ جیسے چاہے قرآن کے علاوہ بھی اپنے رسول کو خصوصی رہنمائی عطا فرمائے اور قرآن کے اجمال و ابہام کی صحیح ترین تفصیلات معین کرنے کیلئے اپنے رسول پر محفوظ و معصوم افکار و ہدایات کسی طرح بھی نازل فرمائے۔ اسی ربانی رہنمائی کو وجی غیر متلو سے موسوم کیا جاتا ہے یعنی وہ وجی جو قرآن کے علاوہ حضور ﷺ پر آئی اور یہ وجی غیر متلو صحت میں قرآن سے کم نہیں ہے اس لئے قرآن نے کہا کہ رسول جس سے روکے رک جاؤ۔ جس کا حکم دے اس کو مان لو۔ گویا رسول کریم ﷺ کی ہر وہ بات جو آپ نے دین سے متعلق فرمائی۔ قرآن ہی کے حکم سے واجب القبول ہے۔ ظاہر ہے قرآن یہ حکم اسی وقت دے سکتا ہے جب کہ رسول کریم ﷺ کے امر و نہی میں قطعاً غلطی کا شائبہ بھی نہ ہو۔ سورہ نحل کی ذیل کی آیت پر غور کیجئے۔

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ۔

اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو وجی کی کہ پہاڑوں درختوں اور ان جگہوں میں جہاں لوگ چھت بناتے ہیں گھر بنائے۔

غور کیجئے کیا اللہ عز و جل نے شہد کی مکھیوں سے براہ راست کلام کیا ہو گا یا فرشتہ کے ذریعہ کہلوا یا ہو گا۔ ظاہر ہے ان دونوں صورتوں میں سے کوئی سی بھی صورت واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ یہاں وہ وجی مراد ہے جو اللہ عز و جل شعور اور ادراک پر بلا واسطہ الفاظ وارد فرماتا ہے۔ یہ وجی مکھی تک ہی محدود نہیں بلکہ انسان و حیوان کے صدا ہا امور ایسے ہیں۔ جو اس کے ذیل میں آتے ہیں۔ بس جس اللہ نے مکھی تک کو وجی سے نوازا اس

کیلئے آخر کیا دشوار ہے کہ اپنے آخری نبی کے قلب و ادراک پر وقتاً فوقتاً بلا واسطہ الفاظ مطلب خاصہ و معارف معنویہ کا نزول فرماتا رہے۔ چنانچہ یہ مسئلہ صرف عقلی نہیں ہے بلکہ خود قرآن کی نصوص اس کی تائید و توثیق کرتی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

سورہ توبہ میں حضور ﷺ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے ان لفظوں میں منع فرمایا گیا ہے۔

(۱) وَلَا تَصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا۔

ان میں سے جو کوئی مرے آپ کبھی ان کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے نماز جنازہ شروع ہو چکی تھی اور حضور ﷺ منافقین کی نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن میں اس سے پہلے نازل ہونے والی ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس میں حضور ﷺ کو نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ نماز جنازہ کا حکم اس وحی سے تھا جو قرآن کے علاوہ تھی۔

اسی طرح جمعہ کے خطبہ کو لے لیجئے۔ جو ایک دینی عمل اور شرعی حکم ہے۔ حضور ﷺ نے خود خطبہ دیا۔ سورہ جمعہ میں شکایت کے ضمن میں اس کا ذکر فرمایا۔

وَإِذَا أَرَأَوْا بُعَادَةً أَوْ لَهَوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَوُوكَ قَائِمًا

جب یہ منافق تجارت یا کھیل کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو تنہا چھوڑ جاتے ہیں۔

حالانکہ کوئی قرآنی آیت نہیں دکھائی جاسکتی جس میں اس خطبہ کا حکم ہو۔ پس لازماً یہی ماننا پڑے گا کہ اس کا حکم اس وحی کے ذریعہ ملا جو قرآن کے علاوہ تھی۔

(۳) علیٰ ہذا اذان کو لیجئے نماز سے پہلے اذان دی جاتی ہے۔ یہ بھی ایک دینی عمل ہے۔ سورہ جمعہ اور مائدہ میں بطور حکایت اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوا هُزُؤًا وَلَعِبًا۔

جب نماز کیلئے اذان دی جاتی ہے تو یہ منافق اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔

(۳) حضور ﷺ پہلے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ بیت المقدس کے قبلہ ہونے کے متعلق قرآن حکیم میں کوئی حکم موجود نہیں۔ مگر جب اس قبلہ کو منسوخ کر کے بیت الحرام کعبہ کو قبلہ بنایا گیا تو ارشاد ہوا۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعِ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ۔

جس قبلہ پر آپ تھے اس کو ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ رسول کا اتباع کرنے والے اور اتباع سے منہ موڑنے والوں کے درمیان امتیاز ہو جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے جو بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا تھا وہ اللہ کی وحی کی بنا پر تھا۔

(۴) جنگ احد کے موقع پر حضور ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا۔ اللہ تمہاری مدد کیلئے فرشتے بھیجے گا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے اس ارشاد کا ذکر قرآن میں اس طرح فرمایا:

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ۔

اللہ نے اس وعدے کو تمہارے لئے خوشخبری بنایا ہے۔

ثابت ہوا۔ حضور ﷺ نے جب مسلمانوں کو فرشتوں کی امداد کی اطلاع دی تھی وہ اس وحی (غیر متلو) سے تھی۔ جس کا ذکر قرآن نے بعد میں کیا۔

(۵) جنگ احد کے بعد حضور ﷺ نے غزوہ بدر ثانیہ کیلئے لوگوں کو نکلنے کا حکم دیا۔ جس کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں ہے مگر اللہ نے بعد میں تصدیق کی۔ یہ بھی اسی کے جانب سے تھا۔

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ۔

جن افراد نے زخم کھانے کے بعد اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو مانا۔

(۶) حضور ﷺ نے صدقات تقسیم کئے اس پر منافقین نے اعتراضات کئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ظالمو! رسول کے فعل پر اعتراض کرتے ہو۔ حالانکہ یہ تقسیم جو رسول نے کی اللہ کے حکم سے کی تھی اور فرمایا:

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔

اگر وہ راضی ہو جاتے اس حصہ پر جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو دیا۔

(۷) اسی طرح صلح حدیبیہ کا واقعہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ تمام صحابہ کرام نے صلح نہ کرنے کا مشورہ عرض کیا تھا اور صلح کی شرائط ہر ایک کو نہایت دبی ہوئی نظر آتی تھیں۔ مگر حضور اکرم ﷺ نے انہیں شرائط کو جو کفار نے ستر کی تھیں قبول فرمایا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ تصدیق فرمائی۔ یہ صلح اللہ کی ہدایت کے ماتحت تھی۔ جس کو صحابہ کرام نہ سمجھ سکے۔ قرآن کریم نے اعلان کیا۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا۔

اے رسول ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی۔

(۸) حضور سرور دو عالم ﷺ نے اپنی ایک زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ایک راز کی بات فرمائی اور اس کے اظہار سے منع فرمایا تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ ان سے اس راز کا افشاء ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اپنی زوجہ مطہرہ سے راز افشاء کرنے کا تذکرہ فرمایا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی حضور مَنْ أُنْبَأَ آپ کو کس نے خبر دی کہ مجھ سے آپ کا راز افشاء ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فوراً جواب دیا۔ نَبَأَنِي الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ۔ (قرآن) مجھے میرے علیم وخبیر رب نے بتایا ہے (کہ تم سے میرا راز افشاء ہو گیا ہے) یہ اور اس قسم کی اور بھی متعدد آیات ہیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ

کو یقیناً قرآن کے علاوہ بھی وحی ہوتی تھی۔ اور حضور ﷺ دین سے متعلق جو ہدایات فرماتے تھے اور اصول قرآنی کی اپنے قول و عمل سے جو توضیح و تشریح فرماتے تھے۔ وہ بھی وحی ہی سے ہوتی تھی۔ نماز ہی کو لے لیجئے۔ قرآن مجید صرف اَقِمُوا الصَّلَاةَ کہ کر خاموش ہو جاتا ہے۔ نماز کا طریقہ اس کے آداب و شرائط نہیں بیان کرتا۔ اب یہ امور کس سے معلوم کئے جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي۔

جیسے میں نماز پڑھوں ایسے ہی تم پڑھو۔

ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نماز کا یہ طریقہ معاذ اللہ اپنے جی سے نہیں گڑھ لیا تھا۔ بلکہ اسی وحی کے ذریعہ متعین فرمایا تھا جو آپ پر قرآن کریم کے علاوہ نازل ہوتی تھی۔ نماز کی تو یہ صرف ایک مثال ہے۔ آپ عقائد عبادات معاملات حرام و حلال نکاح و طلاق غرضیکہ دین و دنیا کے کسی بھی معاملہ کو لے لیجئے۔ ان کے سمجھنے اور ان کے تفصیلی احکامات جاننے کا مرکز حضور اکرم ﷺ ہی کی ذات اقدس بنتی ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے قول و عمل سے قرآن کے اصولی احکام کی توضیح اور اس کے جزئیات کی جو تعین فرمائی وہ اسی وحی سے فرمائی جو آپ پر قرآن کے علاوہ نازل ہوتی تھی۔ یہ ہی درجہ ہے کہ اگر دین کو سمجھنے کیلئے احادیث نبوی کو قابل اعتبار نہ سمجھا جائے۔ بہت سی آیات کا مفہوم و مطلب مبہم بلکہ بڑی حد تک تشنہ رہ جاتا ہے۔ چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) قرآن میں نماز روزہ حج زکوٰۃ کا حکم ہے۔ مگر کیا صرف قرآن مجید سے ان عبادات کے تفصیلی احکام معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور آدمی ان احکامات قرآنیہ پر اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق عمل کر سکتا ہے؟

(۲) قرآن کریم میں طیب چیزوں کے کھانے کا اصولی حکم دیا گیا ہے۔ کیا صرف

قرآن مجید سے حلال و حرام اشیاء کی تفصیل معلوم کی جاسکتی ہے؟ اگر کہا جائے کہ ہم خود اپنی عقل و فہم سے حرام و حلال کی فہرست بنالیں گے تو کیا جن چیزوں کو ہم حلال یا حرام قرار دیں گے۔ ان کے متعلق ہمیں یہ یقین بھی ہو جائے گا کہ اللہ کے نزدیک بھی ان اشیاء کا یہی حکم ہے۔

قرآن میں ہے۔

(۳) فَلَمَّا قُضِيَ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرَأَ زَوْجُهَا

پھر جب زید اس عورت سے اپنی غرض پوری کر چکے تو پھر ہم نے اس کو تمہارے نکاح میں دے دیا۔

دیکھئے یہ قرآن مجید کی آیت ہے مگر کیا صرف قرآن مجید سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ یہ زید کون تھے اور یہ عورت کون تھی۔ لامحالہ یہ بات روایات سے ہی معلوم ہوگی۔ (۲) یا مثلاً ارشاد ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلَّى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى

تیوری چڑھائی اور منہ موڑا جب اس کے پاس ایک نابینا آیا۔

کیا صرف قرآن کریم سے یہ بتایا جاسکتا ہے کہ یہ نابینا کون تھے اور اصل واقعہ کیا تھا۔ (۳) اسی طرح سورہ توبہ کی آیت کو لیجئے۔ اس میں ہے۔

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَلَاثِينَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ

اگر تم رسول کی مدد نہیں کرو گے تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جب کافروں نے ان کو نکالا۔

کیا صرف قرآن کریم سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کو کافروں نے کہاں سے نکالا تھا۔ نیز یہ رفیق غار کون تھے اور کس غار میں آپ رفیق کے ساتھ روپوش

ہوئے تھے۔

(۴) وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ

اللہ نے بہت سے میدانوں میں تمہاری مدد کی۔

کیا روایات کے انکار کرنے کے بعد ان بہت سے میدانوں کی تفصیل معلوم

ہو سکتی ہے؟

(۵) وَعَلَى الْغُلَّةِ الَّذِينَ خَلَفُوا

اللہ کی مہربانی ہوئی ان تینوں پر جن کے معاملہ کو ملتوی رکھا گیا۔

یہ تین شخص کون تھے۔ ان کا معاملہ کیا تھا اور کیوں ملتوی رکھا گیا۔ کیا روایات کے

بغیر یہ باتیں حل ہو سکتی ہیں؟

(۶) اسی سورہ توبہ کی اس آیت پر غور کیجئے ارشاد ہے۔

لَمَسْجِدَ أُسَسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ

رجالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا

جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اول دن ہی سے یہ مسجد لائق ہے کہ آپ اس

میں نماز پڑھیں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو پسند کرتے ہیں۔

یہ کس مسجد کا ذکر ہے۔ وہ کون لوگ ہیں۔ جن کی اس آیت میں مدح ہے۔ ان

کی طہارت پسندی کا کیا خاص معیار تھا۔ جس کو اس آیت میں سراہا گیا ہے۔ کیا ان امور

کا جواب صرف قرآن سے مل سکتا ہے۔

(۷) اسی طرح سورہ انفال کی اس آیت کو لیجئے۔

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ

اور جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو جماعتوں میں سے ایک تمہارے قبضہ میں

آئے گی۔

کیا صرف قرآن کریم سے بتلایا جاسکتا ہے کہ یہ دو جماعتیں کون تھیں؟ اور یہ وعدہ کیا تھا۔ قرآن کریم میں تو ہے نہیں۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ کوئی دوسری قسم کی وحی بھی ہوتی تھی۔ اس قسم کی اور بھی مثالیں دی جاسکتی ہیں جو بوجہ اختصار چھوڑی جا رہی ہیں۔ ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے احکام معلوم کرنے اور قرآن کو سمجھنے سمجھانے کیلئے روایات و احادیث کا دامن تھامنا گزیر ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سنت نبوی ﷺ سے استدلال و امتثال

یہ ہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام و خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اپنے ہر عمل و حرکت کا محور ذات نبوی ﷺ کو قرار دیا اور ہر مسئلہ اور ہر فیصلہ کا مدار حضور ﷺ ہی کے ارشادات کو رکھا۔ اس سلسلہ میں اگر وہ تمام واقعات پیش کئے جائیں تو اس کیلئے دفتر درکار ہے۔ دو ایک واقعات بطور مثال پیش کر کے ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

(۱) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب قرآن کریم سے کسی قضیہ کا فیصلہ نہ ملتا تو آپ سنت ہی سے فیصلہ فرماتے تھے پھر اگر اس معاملہ میں ان کو سنت یاد نہ ہوتی تو صحابہ کرام سے کہا کرتے تھے کہ تم کو معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے اس معاملہ میں کوئی فیصلہ دیا ہو۔ جب صحابہ میں سے کوئی حضور ﷺ کا فیصلہ بتا دیتے تو اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِیْنَا مِنْ یَّحْفِظُ عَنْ نَّبِیِّہٖ

(تاریخ الخلفاء مصری ص ۳۱)

خدا کا شکر ہے جس نے ہم میں ایسے لوگ بھی بنائے ہیں جو ہمارے نبی ﷺ کی باتیں یاد رکھتے ہیں۔

(۲) صحابہ کرام کو سب سے پہلی مشکل حضور ﷺ کے جانشین کے متعلق پیش آئی کہ حضور ﷺ کا جانشین کس کو مقرر کیا جائے۔ اس مسئلہ کا حل بھی صحابہ نے سنت

نبوی ﷺ میں تلاش کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب خود حضور ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نماز کیلئے امام مقرر فرمایا تو جس کو آپ نے ہمارے دین کیلئے پسند کیا ہم نے اس کو اپنی دنیا کیلئے بھی پسند کیا۔ (طبقات ابن سعد)

(۳) وصال نبوی ﷺ کے بعد دوسرا مرحلہ حضور ﷺ کے دفن کا تھا۔ جب صحابہ کرام میں اختلاف آراء ہوا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی اپنی اسی خواب گاہ میں دفن ہوتا ہے۔ جہاں اس کی وفات ہوتی ہے۔ یہ حدیث سن کر سب اختلافات ختم ہو گئے اور صحابہ کرام نے اپنی ذاتی آرا کو حدیث رسول ﷺ کے آگے جھکا دیا۔

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو یکجا کرنے کا مشورہ دیا تو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَّمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

میں وہ کام کیسے کروں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔

یہ ہی جواب دیگر صحابہ کرام نے دیا حتیٰ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا شرح صدر ہوا اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو مان لیا۔ اس واقعہ سے اتنا ثابت ہوا کہ صحابہ کرام ہر اقدام سے پہلے سنت رسول ﷺ تلاش کرتے تھے۔

(۵) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے میراث طلب کی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے۔ اِنَّ النَّبِيَّ لَا يُورِثُ نَبِيٌّ كِي كُوَاپَنے متروکات میں وارث نہیں بناتے۔ اس کے بعد فرمایا:

فَلَا يَبِيْ اَخْشٰی اَنْ تَرَکْتُ شَيْئًا مِنْ اَمْرِہٖ اَنْ اَزِیْعَ۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۷، بیہقی ج ۱ ص ۳۰۱)

میں ڈرتا ہوں کہ آپ کے حکم میں سے کسی کو چھوڑ دوں گا تو بھٹک جاؤں گا۔

نہ صرف یہ بلکہ یہاں تک فرمایا:

لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتَهُ - (مسند احمد ج ۱ ص ۲۷ منتخب کنز العمال ج ۳ ص ۱۲۸)

میں حضور ﷺ کے اعمال شریفہ سے کوئی عمل ایسا نہ چھوڑوں گا۔ جس پر عمل

نہ کروں۔

دیکھئے خلیفہ راشد سیدنا امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو مرکز ملت بھی تھے۔ قبضہ وراثت میں سنت نبویہ سے فیصلہ فرمایا اور قرآن مجید کی آیت میراث نبی کے معاملہ کو مستثنیٰ قرار دیا اور سنت پر عمل کر کے یہ بتا دیا کہ قرآن مجید کی آیت میں میراث کا حکم عام مسلمانوں کیلئے ہے۔ حضور اکرم ﷺ کیلئے نہیں ہے اور یہ کہ اصول قرآن کو توضیح و تشریح صرف سنت رسول ﷺ ہی سے ہو سکتی ہے۔

(۶) حضور اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں ایک لشکر شام کی مہم پر بھیجے کا حکم فرمایا تھا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ اور حالات بدل گئے۔ قبائل عرب مرتد ہونے لگے جو منافق تھے وہ سازشوں میں مصروف ہو گئے۔ اجلہ صحابہ کرام کی رائے یہ ہوئی کہ ایسے نازک اور پر فتن موقع پر مرکز اسلام مدینہ منورہ سے لشکر کو علیحدہ کرنا اور مرکز کو خالی کر دینا قرین مصلحت نہیں ہے۔ اس وقت تو مدینہ منورہ دار الخلافہ کو ہر طرح مضبوط رکھنے کی ضرورت ہے۔ جب باہر کے حالات سازگار ہو جائیں تب اس لشکر کی روانگی عمل میں لائی جائے۔ لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ ٹھیک ہے کہ حالات ناسازگار ہیں۔ مگر ماحول کے پر فتن دباؤ کے باوجود لشکر اسامہ ضرور روانہ ہوگا۔ اس لئے روانہ ہوگا کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ حکم ہے۔ اَنفِذُوا جَيْشَ اسَامَةَ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پر جوش لہجہ میں مزید فرمایا:

بخدا اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ اس لشکر کے روانہ کر دینے کی بنا پر مرکز کمزور

ہو جائے گا اور درندے آکر مجھے کھا جائیں گے۔ تو بھی حکم نبوی ﷺ کی تعمیل ضرور کروں گا۔

إِنَّمَا أَنَا مُنْفِذٌ لِأَمْرِ أَمَرَ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(منتخب کنز العمال ج ۳ ص ۱۸۳)

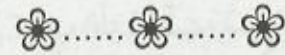
کیونکہ میں اپنا حکم نہیں بلکہ رسول کریم ﷺ کا حکم نافذ کر رہا ہوں۔ دیکھئے ماحول کا تقاضا تھا کہ لشکر اسلام مرکز کی مضبوطی کیلئے مدینہ میں موجود رہے۔ اجلہ صحابہ کی رائے بھی یہ ہی تھی۔ مگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حکم نبوی (حدیث) میں ذرا بھی رد و بدل نہ کیا۔

غرضیکہ اس نوع کے ایک دو نہیں سینکڑوں واقعات ہیں۔ جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خلفاء اربعہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر موقع اور ہر محل پر سنت نبوی ﷺ کو مشعل راہ بنایا اور ہر حادثہ و ہر معاملہ میں سنت رسول ﷺ سے ہدایت حاصل کی۔ بلکہ سنت رسول ﷺ کے مطابق کاروبار خلافت انجام دینے کی شرط پر بیعت تک کی۔ جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بیعت ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بایں لفظ بیعت کی۔ نُبَايِعُكَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّتِ رَسُولِ اللَّهِ وَسُنَّةِ الْخَلِيفَتَيْنِ۔ ہم آپ کے ہاتھ پر اس شرط پر بیعت کرتے ہیں کہ آپ کتاب اللہ، سنت رسول اور دونوں سابق خلیفوں کے طریقہ پر عمل کریں گے۔

قرآن حکیم نے انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستہ پر چلنے کا حکم دیا اور فرمایا: مَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔

جو مومنین (صحابہ کرام) کے راستہ سے الگ راستہ اختیار کرے تو ہم اس کو اسی راستے پر چلنے دیں گے اور انجام کار اس کو جہنم میں داخل کریں گے جو بُرا ٹھکانہ ہے۔

اس آیت میں مومنین سے مراد یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ انہیں کے راستہ پر چلنے کی قرآن کریم تاکید کر رہا ہے اور ان کے خلاف چلنے والے کو جہنمی قرار دے رہا ہے اور سبیل صحابہ یہ ہی تھی کہ وہ سنت رسول ﷺ کو دین جانتے تھے دین و دنیا کے ہر مسئلہ اور ہر حادثہ میں سنت نبوی کا اتباع کرتے تھے۔



قرآن اور صاحب قرآن

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری وحی ہے جو اس نے اپنے آخری رسول حضور سرور عالم نور مجسم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمائی۔ قرآن کیا ہے؟ کیوں نازل ہوا۔ کس شان سے اس کا نزول ہوا۔ کس کا سینہ اس وحی الہی کا گنجینہ بنا؟ اور اس سلسلہ کے تمام امور کی نشاندہی خود قرآن نے فرمائی ہے۔

(۱) تَنْزِيلُ مِنَ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (الحاقہ)

اس نے اتارا جو سارے جہان کا رب ہے۔

(۲) تَنْزِيلُ مِنَ حَكِيمٍ حَمِيدٍ۔ (حم السجدہ)

حکمت و ستائش کے مالک کی طرف سے اترا۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ۔ (المائدہ ۴)

ہم نے آپ پر کتاب حق کے ساتھ اتاری۔

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ۔ (فصلت حم سجدہ)

باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے اس کے پیچھے سے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا۔ (دھر)

بیشک ہم نے تم پر قرآن بتدریج اتارا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ۔ (کہف)

سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب یعنی قرآن اتارا۔

كَذَلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ - (شوری)

یونہی وحی فرماتا ہے تمہاری طرف۔

نَزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابُ بِالْحَقِّ - (آل عمران)

اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ آپ پر (کتاب) قرآن نازل فرمایا:

نزل قرآن کی کیفیت

لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر قرآن کا یکبارگی نزول رمضان میں ہوا۔ جبریل امین علیہ السلام لوح محفوظ سے پورا قرآن اخذ کر کے آسمان دنیا پر آئے اور فرشتوں کو املا کرایا اور فرشتوں نے موجودہ ترتیب کے مطابق اپنے صحیفوں میں لکھ کر بیعت العزۃ میں رکھ دیا جو آسمان دنیا پر ایک مقام ہے۔ پھر یہاں سے حسب حکمت الہی حضرت جبریل علیہ السلام جتنا منظور الہی ہوا بحضور نبوی ﷺ لاتے رہے۔ علماء نے فرمایا صحیفہ ابراہیم علیہ السلام رمضان کی یکم کو تو رات ۲۰ کو انجیل ۱۳ کو زبور اور قرآن ۲۷ رمضان المبارک کو نازل ہوا۔ جتنا قرآن نازل ہوتا۔ ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک حضور ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ اس کا دور فرماتے۔ جس سال حضور کا وصال ہوا اس سال دوبارہ دور فرمایا: (بخاری)

رمضان کے مبارک مہینہ میں قرآن نازل ہوا

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ - رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتر لوگوں کیلئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَرَّكَةٍ -

بیشک ہم نے اسے (قرآن کو) برکت والی رات میں اتارا۔

نزل قرآن کی مدت ۲۳ سال

عامہ مفسرین کے نزدیک اس شب سے شب قدر مراد ہے جو رمضان کے آخری عشرہ کی ایک طاق رات ہے۔ شب قدر میں قرآن پاک بتامہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا۔ پھر وہاں سے حضرت جبریل علیہ السلام تیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا لے کر نازل ہوئے۔ سب سے پہلے وحی سورہ اقرآء کی پانچ آیتیں ہیں۔ تکمیل قرآن کی مدت ۲۳ سال ہے۔

قرآن حضور ﷺ پر نازل ہوا۔ حضور اللہ کے رسول ہیں اور آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد ﷺ ہے۔

(۱) أَنْتَ لِمَنِ الْمُرْسَلِينَ -

بیشک آپ رسولوں میں سے ہیں

(۲) مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ -

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

پھر یہ وحی بڑی عظمت والی تھی۔ کلام الہی تھا۔ اس کے جلال کا یہ عالم تھا کہ خود قرآن نے اعلان کیا۔

إِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا - (زل)

بیشک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔

وحی الہی کا جلال اور عظمت

وحی الہی کے جلال و عظمت کا یہ عالم تھا کہ جب وحی نازل ہوتی تو حضور ﷺ کی جبین اقدس پسینہ سے تراور چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا۔ اونٹنی پر جلوہ فرما ہوتے تو اونٹنی

بیٹھ جاتی۔ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ صحابی کہتے ہیں۔ میری ران حضور ﷺ کا تکیہ تھی کہ وحی آنے لگی مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری ران کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔

(بخاری)

لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَرَأَيْنَاهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ۔ (الحشر)

یعنی قرآن کا جلال اور اس کی عظمت و شان ایسی ہے کہ پہاڑ کو اگر ادا رک ہوتا تو باوجود اتنا سخت و مضبوط ہونے کے پاش پاش ہو جاتا مگر سبحان اللہ حضور ﷺ کا قلب اقدس وحی جیسی پر عظمت و جلال چیز کا تحمل ہوا۔

فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ، عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ (بقراءہ) نَزَّلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ○ عَلَى قَلْبِكَ۔ (شعراء ۱۳)

تو اس (جبریل) نے تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اتارا۔ اسے روح الامین لے کر اتارا۔

اللہ عز و جل کی آخری وحی (قرآن) کا مورد و مہبط حضور ﷺ کا پاک و منزہ قلب اور اس کی جلوہ گاہ آپ کا سینہ اقدس تھا اور وحی لانے والے حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جن کو الروح الامین (امانت و ارواح) فرمایا گیا۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام کو بحضور نبوی تقریباً چوبیس ہزار مرتبہ باریابی کا شرف حاصل ہوا۔ حرا کے مقدس غار میں حضور ﷺ مراقبہ حق میں تھے کہ جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے۔ عرض کی اِقْرَا (پڑھئے)

سب سے پہلی وحی اور اس کی کیفیت

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ○ پڑھو اپنے رب کے پیارے نام کے ساتھ جس نے تمہیں پیدا کیا۔

حضور ﷺ جبریل امین کے وحی پہنچا کر فارغ ہونے سے قبل یاد فرمانے کی سعی

فرماتے تھے۔ جلد جلد پڑھتے۔ زبان اقدس کو حرکت دیتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت دی کہ آپ جلدی نہ کیجئے۔ قرآن کریم کا آپ کی زبان پر جاری کرنا آپ کے سینہ میں محفوظ کرنا۔ آپ کو یاد کرنا اور قرآن کریم کے معنی و مفہوم اور اس کی باریکیوں کا آپ پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ○ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ○ فَإِذَا قَرَأَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ○ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ○ (القیمہ)

تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کریم کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ بیشک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے پڑھ چکیں۔ اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔ پھر بیشک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی مشقت گوارا نہ فرمائی۔ قرآن پاک کا سینہ نبوی ﷺ میں محفوظ کرنا اپنے ذمہ کرم پر لے لیا۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضور ﷺ وحی کو باطمینان سنتے اور جب تمام ہو جاتی تب پڑھتے۔

حضور ﷺ کا علم نسیان سے پاک ہے

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے حضور ﷺ کو قرآن پاک یاد کرایا اور اس شان سے کہ سَنَقُرْئُكَ فَلَا تَنْسِيهِمْ تَمْهِيهِمْ پڑھائیں کہ تم بھولو گے نہیں۔

اس آیت میں حضور ﷺ کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت ہے کہ آپ کو حفظ قرآن کی نعمت بے محبت عطا فرمائی اور اتنی بڑی عظیم کتاب بغیر محنت و مشقت اور بغیر تکرار و درد کے آپ کو حفظ ہو گئی اور اس شان سے ہوئی جو بھول چوک اور نسیان سے پاک اور منزہ ہے۔

اللہ نے حضور ﷺ کو قرآن پڑھایا اور اس کے اسرار کی تعلیم دی
وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ
وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (سآء)

اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے
اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

الرَّحْمَنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ○ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○
رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا
اور ان کو قرآن کا بیان سکھایا۔

واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قرآن پڑھایا۔ نہ صرف پڑھایا بلکہ
اس کے اسرار و رموز کی تعلیم سے بھی حضور ﷺ کو نوازا اور جو چیز بھی حضور ﷺ
کے علم میں نہ تھی سب سکھادی اور قرآن کی پوری تفسیر حضور ﷺ کو عطا فرمادی۔

قرآن حضور ﷺ کا معجزہ کامل ہے

قرآن کریم اسلام کی صداقت و حقانیت کا نشان ہے۔ معجزہ ہے زندہ معجزہ حسی
و معنوی معجزہ حضور ﷺ کو پیش گاہ الہی سے جو معجزات عطا ہوئے۔ ان سب سے
بڑا سب سے افضل و اکرم اور سب سے اعظم معجزہ قرآن مجید ہے۔ کفار نے جب معجزہ
طلب کیا تو ان سے کہا گیا کہ قرآن ہی سب سے بڑا معجزہ ہے۔

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ۔ (عنکبوت)
دیگر انبیاء کرام کے معجزات وقتی و عارضی تھے۔ اب صرف ان کا ذکر باقی ہے
لیکن حضور ﷺ کا معجزہ قرآن دائمی ابدی معجزہ ہے اور اس کے اثرات و برکات بھی
قیامت تک لوگ کھینچتے رہیں گے۔

قرآن حضور ﷺ کا لازوال معجزہ ہے

دیگر انبیاء کرام کے معجزات وقت پر عارضی طور پر ظاہر ہوئے لیکن حضور سرور
عالم ﷺ کا معجزہ قرآن مجید قیامت تک دنیا میں قائم رہے گا۔ قرآن چونکہ حضور
ﷺ کا دائمی لازوال معجزہ ہے۔ اس لئے اس کا اثر بھی ہمیشہ قیامت تک باقی رہے
گا۔ جس قدر انبیاء کرام کو معجزات ملے کسی پر اللہ تعالیٰ نے چیلنج نہیں دیا لیکن قرآن
حضور ﷺ کا ایک ایسا معجزہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے تحدی کی ہے۔

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ۔ (بقرة)

تو قرآن جیسی ایک ہی سورۃ لاؤ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی پیش گوئی فرمادی کہ اگر جن و انسان مل کر بھی چاہیں کہ
قرآن جیسا بنالائیں۔

لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔ (بنی اسرائیل)
تو نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کی مدد پر کیوں نہ ہوں۔

قرآن کی مثل لانا ناممکن و محال ہے

قرآن کے وجود و اعجاز کے بیان کیلئے دفتر درکار ہے۔ نظم قرآن کی فصاحت و
بلاغت، کلام کی شیرینی، نمکینی تا ثیر اور تسخیر اسلوب کا انداز جدید دلوں کی باتوں کا اظہار
پیش گوئیاں جو انسانی قوت سے باہر ہیں۔ اول سے آخر تک نظم قرآن کا ایک ہی
نوعیت کا ہونا، حضور سید عالم ﷺ جو آدمی ہیں۔ ان کی زبان اقدس سے ایسے کلام
بلاغت نظام کا ظاہر ہونا۔ اس کی غیر معمولی تا ثیر اور قلوب انسانی کی تسخیر قرآن کے
احکامات، تعلیمات اور ارشادات اس کی یکسانیت عدم اختلاف دعویٰ مستحکم بات مدلل
ایسی کہ جسے توڑنا نہ جاسکے۔ یہ سب قرآن مجید کے معجزہ کامل ہونے کی وجوہات ہیں اور

سب سے بڑھ کر یہ کہ اس صوتِ سرمدی کے سامنے زبان اور شعراء آتشِ بیان خطباء قادر الکلام ادبا عرب و عجم کے فصحاء بلغاء اور حکماء کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔

قرآن کریم نے حاسدوں و دشمنوں، معاندوں اور روئے زمین کے جنوں اور انسانوں کو چیلنج کیا اور اپنے مقدس رسول سے فرمایا کہ تم اعلانِ کردو۔

قُلْ لِّسِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ۔ (بنی اسرائیل)

تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کی مثل نہ لائیں گے۔

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ۔ (طور)

اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر سچے ہیں۔

قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُورٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرِيَاتٍ۔ (ہود)

تم فرماؤ تو ایسی ہوائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ۔

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ۔

(بقرہ ۳)

اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا تو اس

جیسی ایک سورہ تو لے آؤ۔

اللہ اکبر فصحاء و بلغاء کو چیلنج ہے کہ پورے قرآن کریم کی بجائے دس سورتوں کا

ہی جواب لاؤ۔ شاعروں اور ادیبوں کو لکھا راجا رہا ہے کہ دس کی بجائے ایک ہی سورہ کی

مثل لے آؤ۔ دشمنوں، معترضوں اور معاندوں کو بھیڑ ہے مطالبہ ہے کہ اس جیسی ایک

ہی بات پیش کرو اور اگر اکیلے جواب دینے کی طاقت نہیں ہے تو تمام جن و انس کو جمع

کر کے اس چیلنج کا جواب دو۔

وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ (بقرہ)

اور خدا کے سوا تمام گواہوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

مگر سب اپنی اپنی جگہ انگشتِ بدنداں حیران و پریشان ہیں۔ کفر نے مجتمع ہو کر جب سے لے کر اب تک لاکھ جن کے مقرر قرآن کی مثل لانے میں ناکام رہے اور ناکام رہیں گے۔ قرآن نے کفر کی ناکامی کا اعلان بھی پہلے ہی کر دیا۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ۔ (بقرہ)

پس اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

الغرض یہ ہے قرآن کا اعجاز اور اس کی شان۔ یہ مقدس کتاب اللہ کی حفاظت میں ہے اور اس کی مثل لانا محال اور ناممکن ہے اور یہی قرآن کے منجانب اللہ ہونے اور اسلام کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

قرآن ایک محفوظ کتاب

قرآن مجید ایک ایسی محفوظ کتاب ہے جس کی مثال ناممکن ہے۔ توریت، زبور،

انجیل اور دیگر کتبِ سماویہ تحریف، زیادتی اور نقصان سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ صرف اور صرف

قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَنَحَافِظُونَ۔ (حل)

بیشک ہم ہی نے اس ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔

اس آیت میں اور دوسری آیت میں سب سے پہلے اس بات پر زور دیا گیا ہے

کہ قرآن مجید منزل من اللہ ہے اور بار بار اس امر کی نشاندہی کی گئی کہ قرآن اللہ تعالیٰ

کی نازل کردہ کتاب ہے۔

وَهَذَا إِذْ كُنَّا مُبَارَكًا أَنْزَلْنَاهُ۔ (انبیاء)

یہ ذکر مبارک ہے جسے ہم ہی نے نازل کیا۔

جس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام اس کی صفت ہے۔ اس میں زیادہ نقصان ناممکن اور محال ہے۔ اس لئے اس کی حفاظت مخلوق کے ضعیف کندھوں پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ اس لئے تاکید کے ساتھ فرماؤ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ قرآن ہمارا کلام ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں اور حق یہ ہے کہ قرآن مجید کا ہر قسم کی زیادت و نقصان سے محفوظ رہنا قرآن و اسلام کی حقانیت و صداقت کی کھلی ہوئی شہادت ہے۔ آپ غور کیجئے دنیا میں آسمانی کتابیں تغیر و تبدل اور تحریف سے بچ نہیں سکیں۔ لیکن پوری کائنات میں قرآن ہی ایسی کتاب ہے جو آج تک اس داغ سے پاک و منزہ ہے۔ دنیا میں واقعہ کی شہادت ایک زبردست شہادت سمجھی جاتی ہے اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید میں آج تک کوئی ترمیم اور تحریف نہیں ہوئی تو یہ بات اس کی حفاظت کی ایک مستقل اور بدیہی دلیل ہے۔ یہ ہی دیکھ کر سر ولیم کوکھنا پڑا۔

”جہاں تک ہمارے معلومات ہیں۔ دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس کی طرح (قرآن کی طرح) بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔“
(دیباچہ لائف آف محمد ﷺ)

قرآن میں کوئی طاقت تبدیلی نہیں کر سکتی

جو کتاب اس طرح محفوظ رہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس میں کمی بیشی نہ پیدا (۱) قرطبی متونی ۱۶۷۱ بکر انباری سے ناقل ہیں کہ جو شخص قرآن کریم میں زیادت و نقصان کا قائل ہو وہ کافر ہے کیونکہ آیت اس بات کی کھلی ہوئی شہادت ہے کہ قرآن کریم میں زیادت و نقصان سے پاک ہے لہذا جو شخص تحریف قرآن کا عقیدہ رکھے وہ بلاشبہ اس آیت کا منکر اور کافر ہے۔
(مقدمہ تفسیر ص ۷۳)

کر سکے۔ وہ یقیناً خود اس امر کی روشن دلیل ہے کہ وہ کتاب اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہے اور بلا کسی تردد کے پوری کائنات کو یہ چیلنج کیا جاسکتا ہے کہ روئے زمین پر کوئی کتاب ایسی محفوظ دکھلاؤ جس میں خدائی کتاب ہونے کے دعوے کے باوجود کسی تحریف و تبدیلی کو راہ نہ ملی ہو۔ ظاہر ہے کہ اس شان کی کتاب سوائے قرآن کریم کے اور کوئی نہیں دکھائی جاسکتی۔

قرآن اللہ کی حفاظت میں ہے

آیات بالا سے واضح ہوا کہ قرآن مجید جس مقام سے متحرک ہوا وہ ایک لوح محفوظ تھی جس راہ سے گذرا وہ ایسی محفوظ تھی کہ باطل نہ آگے سے آسکے اور نہ پیچھے سے جس کی معرفت آیا وہ ایک امین روح اور معصوم شخصیت تھی جس کی دیانت و امانت میں باطل کی آمیزش محال و ناممکن اور جس ہستی مقدس پر نازل ہوا وہ ایک معصوم نوری پیکر۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا مظہر اتم تھا جس کی حفاظت و نگرانی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لی۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ (مائدہ ۱۷)

اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

اِنَّ رَبَّكَ اَخَاطُ بِالنَّاسِ۔ (اسراء)

سب لوگ تمہارے رب کے قابو میں ہیں (کہ آپ پر دسترس پائیں)

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا۔ (طور ص ۲)

اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو بیشک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔

کتاب و صاحب کتاب دونوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی۔ جس

رسول مکرم کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کا اعلان

فرما کر اس کی ذات اقدس نے اپنی حفاظت میں لے لیا اور جس کتاب کو آخری کتاب

بنایا۔ اِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ سے اس کی ابدی حفاظت و نگرانی کا اعلان فرمادیا۔ اب نہ خاتم النبیین کو کوئی گزند پہنچا سکتا ہے اور نہ ان پر نازل کردہ کتاب قرآن کریم میں کسی قسم کی زیادتی و نقصان تحریف و تبدیل راہ پاسکتی ہے۔

قرآن میں زیادت و نقصان ناممکن ہے

امام قرطبی نے حفاظت قرآن پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ کا ارشاد لَبِنُ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسَانُ اس امر پر دلیل ہے کہ قرآن کریم انسانی طاقت سے باہر ہے اور جب قرآن میں زیادت و نقصان ممکن ہو تو یہ مقدور بشری قرار پائے گا۔ پھر معجزہ کہاں رہے گا۔ لہذا جو شخص قرآن مجید میں تحریف کا قائل ہوگا۔ وہ درحقیقت اس کے معجزہ ہونے کا منکر ہے۔ آیت الرَّاكِتَابُ اُحْكِمْتُ اِيَاتِهِ میں آیات قرآنیہ کے محکم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسانی دسترس سے بالاتر ہیں۔ نہ کوئی اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے اور اس کا مثل بنایا جاسکتا ہے۔ لہذا جو قرآن کے منحرف ہونے کا قائل ہوگا وہ اس آیت کا بھی منکر قرار پائے گا۔

حفاظت نبوی ﷺ

ابتداء میں جب حضور اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم راتوں کو پہرہ دیا کرتے تھے۔ ایک رات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے خیمہ کے گرد پہرہ دے رہے تھے کہ آیت وَاللّٰهُ يَنْصُرُكَ اَنْزَلَ نازل ہوئی تو آپ نے پہرہ والوں سے فرمایا۔ واپس ہو جاؤ۔ خدا نے میری حفاظت کا فرض اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ (ترمذی) چنانچہ یہ وعدہ حفاظت ہزار ہا مشکلات و خطرات کے باوجود پورا ہوتا رہا اور یہ بات ایک مستقل معجزہ ہے کہ ہنگاموں، فتنوں، سازشوں اور بے پناہ مشکلات کے عالم میں حضور ﷺ نے اپنے فرض نبوت کو باحسن و جود انجام تک پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت فرمائی ایسے ہی حضور ﷺ کے جسم اطہر اور آپ کے اسوہ کی حفاظت بھی فرمائی ہے۔ اس موقع پر ایک بات جو خصوصی طور پر مجھے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیات جن میں حضور ﷺ کی حفاظت کا ذکر ہے یہ حفاظت صرف حضور ﷺ کے ظاہری جسم اقدس کے ساتھ خاص نہ سمجھی جائے بلکہ اس کا تعلق ظاہری جسم کے ساتھ ساتھ اس پیکر حسن کے خصائص، برکات، فضائل، اقوال و افعال، کردار، صورت و سیرت سے بھی ہے اور مذکورہ بالا آیات سے بطریق اشارۃ انص یہ واضح ہے کہ جیسے اللہ نے حضور ﷺ کے ظاہری جسم کی ہر نازک سے نازک موقع پر حفاظت فرمائی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے خصائص و برکات، سیرت و کردار کی بھی حفاظت فرمائی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ذات کو اپنی حفاظت میں لے لیا تو حضور ﷺ کی صفات بھی اللہ کی حفاظت میں آ گئیں کیونکہ صفات ذات سے علیحدہ نہیں یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کی زندگی کا پورا نقشہ اور آپ کی سیرت طیبہ کا ہر گوشہ محفوظ طریقہ سے امت تک پہنچا ہے۔ روز قیامت تک حضور ﷺ کی سیرت محفوظ رہے گی۔ اسی لئے قرآن کریم نے اعلان کیا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

تمہارے لئے رسول کریم ﷺ میں بہترین نمونہ ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک قیامت تک انسانوں کیلئے ابدی نمونہ جب ہی ہو سکتی ہے جبکہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت و صورت، اقوال و اعمال محفوظ شکل میں دنیا کے سامنے ہوں اور یہ حفاظت خداوندی کا نتیجہ ہے کہ آج عیسیٰ و موسیٰ ایسے جلیل القدر انبیاء دیگر مذہبی شخصیتوں کی سیرت و صورت پر پردے پڑے ہوئے ہیں مگر کائنات میں صرف ایک ہی وجودِ نوری ہے کہ جس کی زندگی کا ہر گوشہ محفوظ ہے اور پوری دنیا کیلئے روشنی کا مینار ہے۔ کیوں؟ صرف اس لئے حضور اکرم ﷺ کا وجود قدس اللہ کی

نگرانی میں ہے۔ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا

علوم قرآن

قرآن کریم تمام علوم کا جامع ہے۔ حدیث میں ہے کہ قرآن کریم میں اولین و آخرین کی خبریں ہیں۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ۔

ہم نے کتاب (قرآن) میں کوئی چیز چھوڑ نہیں دی۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔

ہم نے تم پر کتاب اتاری جس میں ہر شے کا بیان ہے۔

لفظ ”کل شئی“ اور ”من شئی“ بتا رہا ہے کہ قرآن میں ہر شے کا مفصل

روشن اور واضح بیان ہے۔ شے ہر موجود کو کہتے ہیں۔ لوح محفوظ بھی ایک شے ہے۔

اس لئے قرآن مجید میں لوح محفوظ کے تمام مکتوبات بھی ہیں۔ رہی یہ بات کہ لوح

محفوظ میں کیا ہے؟ تو اس کا جواب بھی قرآن ہی سے لیجئے۔

كُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌّ۔

لوح محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ أَخْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ۔

ہر چیز ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرمادی۔

وَلَا حَبَّةٌ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا زَرْعٌ وَلَا نَبَاتٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ۔

زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ تر و خشک نہیں جو ہم نے ایک روشن کتاب

میں نہ لکھ دیا ہو۔

مفسرین کی اکثریت نے کتاب مبین اور امام مبین سے لوح محفوظ کو مراد لیا ہے

اور اگر کوئی صاحب اس سے اختلاف کریں تو لامحالہ کتاب مبین اور امام مبین سے قرآن

ہی کو مراد لینا ہوگا لیکن یہ بات از روئے قرآن غلط اور واقع کے خلاف ہوگی کیونکہ

قرآن کے لوح محفوظ میں محفوظ و مسطور ہونے کی تصریح خود قرآن نے کی ہے۔

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ۔ (بروج)

بلکہ وہ کمال و شرف والا قرآن ہے۔ لوح محفوظ ہیں۔

قرآن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے

نکمرہ جب خیز نفی میں ہو عموم کا فائدہ دیتا ہے اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی

خاص ہو کر مستعمل نہیں ہوتا۔ نیز عام استغراق کا فائدہ دینے میں قطعی ہے۔ قرآن کی

نصوص ہمیشہ اپنے ظاہری معنی پر محمول ہوا کرتی ہے۔ ظاہری معنی میں تخصیص و تاویل

کی بلا دلیل شرعی اجازت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ حدیث احاد خواہ کسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو

قرآن کے عموم کی تخصیص نہیں کر سکتی۔ بہر حال امام مبین اور کتاب مبین سے خواہ لوح

محفوظ مراد لیجئے یا قرآن ہر طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن علم و معرفت کا خزانہ حقائق

و معارف کا گنجینہ علوم اولین و آخرین کا مخزن واقعات ماضیہ و آئندہ کا معدن ہے۔

غرضیکہ ہر چیز اور ہر شے کا قرآن میں روشن و واضح اور مفصل بیان ہے۔ کائنات ارضی و

سماوی میں جو کچھ ہوا ہوگا ہر بات قرآن مجید میں مندرج ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں فرمایا جو چاہو مجھ سے پوچھو

میں تمہیں کتاب اللہ سے اس کی خبر دوں گا۔ ابن سراقہ نے کتاب الاعجاز میں ابو بکر ابن

مجاہد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک روز فرمایا کہ جہان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو

کتاب اللہ میں نہ ہو۔ اس پر ان سے کہا گیا۔ سراؤں کا ذکر کہاں ہے فرمایا۔ اس آیت

میں لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ۔

اس آیت میں غَيْرَ مَسْكُونَةٍ کے معنی سرائے کے ہیں۔

توریت

ضمحمت میں اتنی بڑی ہے کہ سوائے پیغمبروں کے اور کسی کو یاد نہیں لیکن قرآن باوجود اختصار کے سب آسمانی کتابوں سے اعظم و اکمل و افضل و اجمل ہے۔

حضور ﷺ ہی قرآنی علوم و معارف کے عالم ہیں

ان تمام مذکورہ بالا آیات سے واضح ہوا۔ قرآن وحی الہی ہے۔ ہدایت و معظمت کا مجموعہ۔ حقیقت و معرفت کا خزانہ۔ علوم اذلین و آخرین اور لوح محفوظ کے مکتوبات کا گنجینہ ہے۔ قرآن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے خواہ اس کا تعلق آسمان کے طبقات سے ہو یا زمین کی گہرائیوں سے۔ حالات ماضیہ سے ہو یا واقعات موجودہ و آئندہ سے عالم امر سے ہو یا عالم شہادت سے غرضیکہ ہر چیز ہر شے کا قرآن میں بیان ہے..... اور یہی گنجینہ علم و معرفت اللہ تعالیٰ نے حضور سرور کائنات ﷺ پر نازل کیا۔ آپ کا قلب مطہر و سینہ اقدس اس عظیم و جلیل وحی (قرآن) کا مخزن بنا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قرآن یاد کرایا، سکھایا، پڑھایا۔ قرآن کے الفاظ اور اس کے معنی و مفہوم و اسرار و رموز کی آپ کو تعلیم دی۔ قرآن کے حقائق و معارف احکام و مسائل اور اس کے اصول و جزئیات کی شرح و تفسیر کا علم آپ کو عطا فرمایا۔

اس لئے پوری کائنات میں حضور ﷺ سے زیادہ کوئی عالم نہیں۔ حضور ﷺ کے علم کی کوئی حد و غایت نہیں۔ غیب و شہادت سب کے حضور ﷺ عالم ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ قرآن کریم حضور ﷺ کے سینہ میں ہے پڑھانے والا رب العالمین ہے۔ خدا نے کیا ان کو آگاہ سب سے دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

قرآن کی تفسیر تو ضیح کا حق صرف حضور ﷺ کو ہے

مذکورہ بالا آیات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جب قرآن کریم کے اسرار و رموز

اللہ تعالیٰ نے صرف حضور ﷺ کو تعلیم فرمائے تو قرآن کریم کی تفسیر و توضیح کا حق صرف اور صرف حضور ﷺ ہی کو حاصل ہے۔ حضور ﷺ کے علاوہ کسی کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے قرآن کریم کے اجمال کی تبیین اور احکام قرآنیہ کی توضیح کرے۔ قرآن کریم کے ساتھ حضور ﷺ کو نازل کرنے میں حکمت الہی اور مرضی الہی یہ ہے کہ لوگ اپنے طور پر نہیں اپنی رائے اور اپنے قیاس سے نہیں بلکہ رسول ﷺ کے بیان و شرح کی روشنی میں قرآن کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔ خود قرآن مجید نے قرآن کے ساتھ رسول کریم ﷺ کے اس تعلق کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لَتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ هُمْ لَمْ يَنصُرُوا قُرْآنَكَ أَتَىٰ عَلَىٰ الْغُلَامِ نَارٌ مِّنَ الْأَشْجَارِ أَصْلًا مُّسْوًىٰ سَاقِيَةً تَارِيَةً تَتَرَقَّىٰ فِي الْفُجَارِ ۖ

پراس لئے نازل کیا تاکہ آپ خوب کھول کر بیان کر دیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا۔

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ

اللہ۔ (نساء)

اے محبوب بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح اللہ تمہیں دکھائے۔

اپنے اسی منصب کو بیان کرتے ہوئے حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

جو شخص قرآن کی تفسیر بغیر علم کے کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

(۱) یعنی علوم خمسہ علم ماکان و مایکون۔ سب ظاہر و باطن خشک و تر، صغیر و کبیر غیب و شہادت سب لوح محفوظ میں مندرج ہے اور لوح محفوظ کے تمام علوم قرآن مجید میں ہیں اور قرآن مجید حضور خاتم النبیین ﷺ کے سیزہ اقدس میں ہے جس سے واضح ہوا۔ ہمارے نبی کریم ﷺ ہر شے اور ہر چیز کے عالم ہیں۔ اسی لئے علامہ بوصیری رحمہ اللہ نے حضور کو مخاطب بنا کر عرض کی۔
وَمِنْ غُلُوْمِكَ عِلْمُ النَّوْحِ وَالْقَلَمِ لَوْحِ قَلَمِكَ اَلَمْ اَظْهَرْ لَكَ اَنَّكَ اَعْلَمُ بِمَا فِي قُلُوْبِهِمْ اَلَمْ اَعْلَمُ بِمَا تَفْعَلُ
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

الْمُرَاءِ فِي الْقُرْآنِ كُفْرًا۔ (احمد)

قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔

مَنْ قَالَ فِي كِتَابِ اللَّهِ بِرَأْيِهِ فَاصَابَ فَقَدْ أَخْطَاءَ۔ (ابوداؤد)

جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی اور ٹھیک کی اس نے غلطی کی۔

سید المتقین امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے آیہ وَفَاكِهَةً وَأَبَاكٍ تَفْسِير پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: أَيُّ سَمَاءٍ تُظِلُّنِي وَأَيُّ أَرْضٍ تَقْلُبُنِي إِذَا قُلْتُ فِي كِتَابِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ (خازن ج ۵ ص ۵)

کون سا آسمان سایہ فگن ہوگا اور کون سی زمین مجھے پناہ دے گی۔ اگر میں اللہ کی کتاب کی بغیر علم کے تفسیر کروں۔

الغرض ان آیات بینات نے بتا دیا کہ دین اسلام کا مرکز و محور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ قرآن کی تشریح، توضیح، تفسیر اور ترجمانی کا حق صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ محض اپنی رائے سے تفسیر کرنا حرام ہے، مگر ایسی ہے اور یہ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی اپنے عمل و کردار، اقوال و عمل سے جو تفسیر فرمائی وہ اللہ کی نگرانی و نگہبانی میں فرمائی ہے۔ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا یعنی قرآن حفاظت الہی میں ہے۔ ایسے ہی قرآن کی جو تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اس کی حفاظت بھی اللہ تعالیٰ ہی فرما رہا ہے۔

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ یہی تھا کہ وہ قرآن مجید کی ایک ایک آیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک ارشاد پر خوب غور و تدبر کرتے تھے۔ ابو عبد الرحمن سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتیں سمجھتے تھے تو جب تک ان کی علمی و عملی حقیقت کو نہیں جان لیتے تھے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ اسی بناء پر جناب انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے جب کوئی سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھ لیتا تھا تو ہماری نگاہوں میں بڑا ہوجاتا تھا۔ (مسند احمد)

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شفیع اعظم، فخر آدم و بنی آدم حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و بعثت پر محبت و عقیدت سے غور کیا جائے جو پروردگار عالم کا سب سے بڑا فضل و اکرام ہے جس کے صدقہ اس کی ساری خدائی ظہور میں آئی اور اپنی اس عظیم الشان نعمت و رحمت کے طفیل اس نے اپنے بندوں کو بیشمار احسانات، اکرامات اور انعامات سے نوازا تو اس نعمت سراپا برکت کے ذکر و بیان کیلئے مجلس و محفل کی محفولیت اور اس کا محمود و پسندیدہ ہونا نہایت واضح طور پر معلوم ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ اگر بعض آیات قرآنی پر بھی غور و خوض کیا جائے تو میلاد شریف کیلئے ہر مناسب اہتمام کا جائز بلکہ مستحب ہونا آفتاب سے بھی کہیں زیادہ روشن معلوم ہوگا۔

اس حقیقت سے ہر شخص باخبر ہے کہ خدا کا سب سے بڑا فضل اور اس کی سب سے بڑی نعمت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ اور بعثت طیبہ ہے اور آپ کی ولادت اور بعثت پر مسرت و شادمانی کے اظہار کا نام عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو حقیقت میں مومنوں کی حقیقی عید ہے۔ کیونکہ دنیا و آخرت کی تمام عیدیں اسی صبح عید کی مرہون منت ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا:

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ۔

انہیں خدا کے دنوں کی یاد دلاؤ۔

(۱) أَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو۔

(۲) قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا - (یونس ۵۸)

اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی کا اظہار کرو۔

(۳) وَذُكِّرُوا بِنِعْمَتِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ -

اللہ نے تم پر جو انعام کیا ہے اس کا ذکر کرو۔

قرآن حکیم اور میلاد

قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآن میں متعدد انبیاء کے حالات زندگی، ان کی ولادت، ان کی سیرت و صورت، ان کے کارنامے، ان کے فضائل و مناقب کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) حضرت آدم کا پیدا ہونا، ان کا جنت میں قیام، دانہ گندم کھانا، فرشتوں کا ان کو سجدہ کرنا، فرشتوں کا ان کی پیدائش پر سوال کرنا، پھر ان کا زمین پر آنا۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام کے مصائب، ان کی تبلیغی سرگرمیاں، ان کے کارنامے، پھر ان پر کتنے افراد ایمان لائے، ان کا دعا کرنا، طوفان کا آنا، کشتی بنانا وغیرہ۔

(۳) حضرت سلیمان و داؤد علیہ السلام کی حکومت و سلطنت، ان کا جاہ و جلال، ہوا پر حکومت، جنوں کا تابع ہونا، پہاڑوں اور پرندوں کا ان کیلئے مسخر ہونا، لوہے کا نرم ہونا۔

(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات زندگی، نمرود سے مقابلہ، آپ کا پرندوں کو زندہ کرنا، کعبہ بنانا، خواب دیکھنا، سیدنا اسماعیل کو خدا کی راہ میں قربان کرنا اور حضور اکرم ﷺ کی بعثت کیلئے دعا کرنا۔

(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، ان کی شیر خوارگی کے حالات، ان کی پرورش، ان کا بکریاں چرانا، نکاح کرنا، نبوت ملنا، فرعون سے مقابلہ، کوہ طور پر جانا، اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا۔

غرضیکہ قرآن میں انبیاء کرام کے حالات، سیرت و کردار اور ان کی ولادت کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری اور آپ کے فضائل و مناقب اور مرتبہ و مقام کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ جس سے یہ بات نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت اور ان کی سیرت و صورت کا ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

تمام انبیاء کرام حضور ﷺ کے میلاد خواں ہیں

قرآن و حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے زمانہ میں حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کی خوشخبری دی ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی امتوں کے سامنے حضور ﷺ کے فضائل و مناقب اور آپ کی صفات کا ذکر فرمایا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب خانہ کعبہ تعمیر فرما رہے تھے اس وقت آپ نے دعا مانگی تھی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا - (البقرہ ۱۲۹)

الہی ان میں ایک عظیم الشان رسول کو مبعوث فرما۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَكَانَ آخِرُ مَنْ بَشَّرَنِي عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ -

(ابن عساکر)

میں اپنے (ظاہری) باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور سب سے آخر میں جس

نے میری آمد کی بشارت دی، وہ عیسیٰ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ - (القنف)

میں ایک رسول کی خوشخبری سنانے کیلئے آیا ہوں جس کا نام نامی احمد ہے۔

اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ نے ایک اولوالعزم پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور

ان کے فرائض نبوت کا ایک فرض یہ رکھا کہ وہ یہ اعلان کر دیں کہ میرے بعد خاتم

انجین تشریف لار ہے ہیں۔

یہ حضور ﷺ کی بہت بڑی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تشریف آوری کا مژدہ سنانے کیلئے ایک اولوالعزم پیغمبر حضرت مسیح کلمۃ اللہ کو مبعوث فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا عہد کیا اور پھر عہد بھی ایسا پختہ اور مضبوط کہ فرمایا:

قَالَ أَأَقْرَضْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَيَّ ذَالِكُمْ أَصْرِي قَالُوا أَقْرَضْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ۔ (آل عمران ۸۱)

کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ (انبیاء کرام) نے عرض کی ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اب ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اس عہد ربانی کے بعد حضرات انبیاء کرام حضور ﷺ کے ذکر جمیل سے رطب اللسان رہتے ہیں اور آپ پر ایمان لانے کا اپنی امتوں سے عہد لیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ قدیم سے اُمّیں حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعائیں کرتی تھیں اور آپ کے توسل سے دشمنوں پر فتح چاہتی تھیں۔

وَكَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا۔ (البقرہ ۸۹)
(حضور ﷺ کی پیدائش سے قبل لوگ) حضور ﷺ کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔

علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ آیت لَتُؤْمِنَنَّ بِهِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ تمام انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء اور ان کی امتیں حضور ﷺ کی امت ہیں۔ امتیوں کو جو نسبت انبیاء کرام سے ہوتی ہے وہی نسبت انبیاء کرام کو حضور سید المرسلین ﷺ سے ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۴۱)

سبحان اللہ! لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور انبیاء کو یہ حکم ہے کہ میرے آخری رسول پر ایمان لاؤ۔ ان کا چرچا کرو۔ انہیں کے گیت گاؤ۔ کیونکہ یہ اصل الاصول اور مقصود اصلی ہیں اور تم سب تابع اور طفیل۔

غرضیکہ تمام انبیاء کرام حضور سرور کائنات ﷺ کے میلاد خوان رہے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور ﷺ آنے والے ہیں اور ہم لوگ یہ کہتے ہیں کہ سرکار ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ ان کا دامن تمام لوگوں کے ہو رہا۔ خدا تمہارا ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ میلاد سنت انبیاء بھی ہے۔

حضور ﷺ نے خود اپنا میلاد پڑھا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ایک دن دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ قریش کی طرف سے کوئی ناگوار بات حضور ﷺ تک پہنچی جس پر حضور پر نور ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمَنْبَرِ فَقَالَ مَنْ أَنَا۔

(مشکوٰۃ فضاائل النبی ترمذی)

پھر آپ نے فرمایا: میں محمد ابن عبد اللہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہترین مخلوق میں پیدا کیا۔ پھر اس مخلوق کے دو حصے کئے۔ مجھے بہترین مخلوق میں بنایا۔ پھر عرب کے چند قبیلے کئے۔ مجھے بہترین قبیلہ میں بنایا۔ پھر قریش کے چند خاندان بنائے۔ مجھے سب سے بہتر خاندان بنی ہاشم میں بنایا۔

فَأَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَيْتًا۔ (ترمذی)

تو میں نفس اور بیت کے لحاظ سے سب سے افضل ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونٍ بَنَى آدَمَ قُرْنَا فَقُرْنَا حَتَّى كُنْتُ مِنَ الْقُرُونِ

اللّٰهُنَّ كُنْتُ مِنْهُ۔ (مکتوۃ)

اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش بنی آدم کے اس خاندان میں فرمائی جو ہر زمانہ میں بنی آدم کی جماعتوں میں افضل رہا ہے۔

حضور سرور عالم ﷺ خود اپنی ولادت اور اپنے اوصافِ عالیہ کو منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرما رہے ہیں جس سے واضح ہوا کہ میلاد پڑھنا خود حضور اکرم ﷺ کی بھی سنت ہے۔

مجلس میلاد کیلئے فرش و منبر کا اہتمام

ذکر رسول کی مجالس کے اہتمام و انتظام کے جواز پر نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے صدیوں کے تعامل اور علماء کرام و مشائخ عظام بلکہ خود رسالت مآب ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ایک دلیل واضح ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ كَانَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ لِحَسَنٍ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ يَنَافِخُ وَيَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُؤَيِّدُ بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا نَافَخَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (مکتوۃ ص ۴۱۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کیلئے مسجد میں منبر قائم فرماتے تھے۔ حضرت حسان منبر پر کھڑے ہو کر حضور ﷺ کی طرف سے مدافعت اور مغاخرت کرتے۔ حضور ﷺ فرماتے۔ بیشک اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے ان کی مدد فرماتا ہے۔ جب تک وہ رسول خدا ﷺ کی جانب سے مدافعت اور مغاخرت کرتے ہیں۔

اس حدیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے۔ مثلاً

(۱) حضور ﷺ کے ذکر پاک کیلئے آپ کی تعریف و توصیف بیان کرے گا۔

اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے گا۔

(۲) حضور ﷺ کے ذکر کی مجلس کیلئے منبر رکھنا۔

(۳) حضور ﷺ کے ذکر پاک کی تعظیم و توقیر کیلئے اہتمام کرنا۔

(۴) حضور ﷺ کے ذکر پاک کی مجلس میں فرش بچھانا۔

(۵) اس مجلس میں حضور ﷺ کی تعریف و توصیف منبر پر چڑھ کر بیان کرنا۔

(۶) اس مجلس میں جب تک بیان کرنے والا حضور ﷺ کے ذکر پاک کی یہ مجلس

اللہ و رسول کو مقبول کرے گا۔

(۷) حضور نبی کریم ﷺ کے ذکر پاک کی یہ مجلس اللہ و رسول ﷺ کو مقبول و

محبوب ہے۔

لہذا اس حدیث سے وہ تمام امور ثابت ہو گئے۔ جو اپنی ذات میں جائز ہیں

اور محفل میلاد مروجہ میں باعثِ زینت اور سببِ شوکت ہوتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ

ﷺ نے اپنے ذکرِ مغاخرت و مدافعت کیلئے (جس میں آپ کے فضائل و مناقب

اور آپ کی صداقت و حقانیت کا بیان ہوتا تھا۔ جو بلاشبہ میلاد شریف کے ہم معنی ہے)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے واسطے مسجد میں منبر قائم فرمایا تھا۔ پھر یہ چیز بھی قابلِ غور ہے کہ

مسجد جو خود پاک اور صاف ہوتی ہے۔ جس میں فرش اور منبر کی بھی چنداں ضرورت نہیں

ہوتی۔ آپ نے منبر قائم فرمایا اور یہ کہ جناب رسول اللہ شافع یوم جزائے اللہ خود تو چٹائی

یا فرش پر تشریف رکھیں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ آپ کے خادم اور مرتبہ کے لحاظ سے غلام

ہونے کے باوجود ان کو حضور ﷺ منبر پر جگہ عنایت فرمائیں۔

کیا اس سبق آموز حقیقت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ

نے اہتماماً اور انتظاماً منبر کو قائم فرمایا تھا۔

روایت مذکورہ جہاں صراحۃً منبر کے جواز بلکہ استحباب پر دلالت کرتی ہے وہاں فرش وغیرہ اور مجالس کی جائز زینائش کو بھی دلالت النص اور اشارۃ النص سے ثابت کر رہی ہے۔ علاوہ ازیں جب علمائے دیوبند بھی ذکر ولادت کو سنت و مستحب کہتے ہیں اور اس کو باعثِ خیر و برکت جانتے ہیں تو اس کے ذکر کیلئے فرش و روشنی کا جائز ہونا نہایت بدیہی چیز ہے۔

پھر یہ بات بالکل واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور اکرم ﷺ سے سچی محبت تھی۔ ان کی زبانیں ہمیشہ ذکر رسول ﷺ میں مشغول رہتی تھیں۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی ایک ایک حرکت اور سکون کو ذہن میں رکھتے تھے اور اس کی تبلیغ کرتے تھے۔ چنانچہ سیرت محمدیہ و احادیث نبویہ کا جو ذخیرہ آج ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی بدولت ہمیں ملا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی نے ہمیں بتایا کہ حضور ﷺ کی ولادت سے قبل دنیا کیا تھی اور آپ کی ولادت کے بعد کیا ہو گئی۔ انہیں سے ہمیں حضور ﷺ کی سیرت و صورت آپ کے افعال و اعمال کی کیفیت و نوعیت کا حال معلوم ہوا۔ جو آج ہمارا دین اور شریعت ہے۔

غور فرمائیے کہ میلاد کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی سیرت و صورت فضائل و مناقب، منصب و مقام کے بیان ہی کا دوسرا نام میلاد ہے۔ اس لحاظ سے اگر آپ دیکھیں گے تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ دنیا میں کوئی ساعت ایسی نہیں رہی ہے اور نہ رہ سکتی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر یا دوسرے لفظوں میں آپ کا میلاد نہ پڑھا جاتا ہو۔ حضور اکرم ﷺ کی ولادت سے قبل عالم ارواح میں ملائکہ میں انبیاء میں آپ کی آمد کا ذکر ہوتا رہا۔ تمام انبیاء کرام حضور ﷺ کی تشریف آوری کا مژدہ سناتے رہے۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو دنیا میں آپ کی آمد کا ذکر نکال دیا گیا اور جبکہ آپ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں تب بھی آپ کا ذکر جاری ہے اور جاری رہے گا۔ خطبت میں کلموں میں اقامت میں قوں میں ہے نامِ الہی سے ملا نامِ محمد ﷺ

اذان کے بعد بھی درود پڑھا جائے پھر دعا کی جائے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيْهِ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَى صَلَوةٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا۔

(مسلم، مشکوٰۃ شریف باب فضل الاذان)

حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص سے روایت ہے۔ حضور رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ جب تم مؤذن (کی اذان) سنو۔ تو تم بھی وہی کلمات کہو جو وہ کہہ رہا ہے پھر مجھ پر درود بھیجو۔ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔



ردائے نبوی ﷺ

(مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ)

مصطفیٰ ﷺ روزے بغور ستاں برفت با جنازہ یارے او یاراں برفت
حضور اکرم ﷺ ایک دن اپنے ایک صحابی کے جنازے کے ساتھ قبرستان
تشریف لے گئے۔

چوز گور ستاں پیغمبر باز گشت سوئے صدیقہ شد و ہماز گشت
جب حضور اکرم ﷺ قبرستان سے واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف گئے اور راز کی باتیں فرمانے لگے۔

چشم صدیقہ چوبر رویش فقاد پیش آمد دست بروے می نہاد
جب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر پڑی تو وہ
سامنے آئیں اور آپ کے چہرہ کو ہاتھ سے چھو کر دیکھنے لگیں۔

برعنامہ روئے او و مومئے او برگریبان و بر بازوئے او
آپ کی دستار مبارک اور آپ کے چہرہ اور بال اور گریبان اور پہلوؤں اور
بازوؤں پر بھی (ہاتھ رکھ کر دیکھا)

گفت پیغمبر چه می چوئی شتاب گفت باران آمد امروز از سحاب
حضور ﷺ نے دریافت فرمایا تم (یوں) جلدی جلدی کیا دیکھتی ہو۔ عرض کیا۔
آج بادل سے مینہ برسا ہے۔

جا مہایت می بجوئم در طلب تو نے پیئم زباراں اے عجب
آپ کے کپڑوں کو ٹٹولتی ہوں (مگر) تعجب ہے کہ میں ان کو بارش سے تر نہیں
پاتی۔

گفت چه برسر گفتندی از ازار گفت گردم آں ردائے تو خمار
آپ نے دریافت فرمایا تم نے کون سا کپڑا سر پر اوڑھا تھا۔ عرض کیا آپ کی
فلاں چادر بطور اوڑھنی لے رکھی تھی۔

گفت بہر آں نمود اے پاک حبیب چشم پاکت را خدا باران غیب
فرمایا اے پاک دل۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاک آنکھ کو غیب کی بارش
کا نظارہ دکھایا۔

سبحان اللہ! حضور سرور عالم ﷺ کی چادر مبارک اوڑھنے سے سیدہ عقیقہ
طیبہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر عجائبات غیب منکشف ہو گئے۔ غور کرو کہ جس کی چادر
اقدس کی یہ برکت عظیم ہے۔ اس کے وجود مبارک کی عظمتوں برکتوں رفعتوں کا کیا
کہنا اور اس کے علم پاک کی وسعتوں کا کیا ٹھکانا۔

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم



حضور سرورِ عالم نورِ مجسم ﷺ کا منصب و مقام اور آپ کے مرتبہ و رتبہ کی عظمت و رفعت

ابن عساکر و ابن سعد صحیح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بہترین اولاد آدم پانچ ہیں۔ آدم و موسیٰ و عیسیٰ و نوح و محمد علیہم السلام۔
وَخَيْرُهُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (جواہر البیان ج ۱ ص ۶۱۲)
اور ان سب میں افضل و اعلیٰ محمد ﷺ ہیں۔
امام بخاری تاریخ میں طبرانی اوسط میں بیہقی و ابو نعیم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

أَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِينَ وَلَا فَخْرَ أَنَا خَاتَمُ الْمُرْسَلِينَ وَلَا فَخْرَ۔

(جواہر البیان ج ۱ ص ۵۲۰)

میں تمام انبیاء و مرسلین کا پیشوا ہوں اور خاتم النبیین ہوں اور کچھ تفاخر نہیں۔

امام ترمذی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَيْتًا۔ (ترمذی)

میں تمام مخلوق الہی سے افضل و اعلیٰ ہوں اور میرا خاندان تمام خاندانوں سے

بہتر ہے۔

حاکم و بیہقی حضرت ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہا عنہا سے راوی ہیں۔ حضور

ﷺ نے فرمایا:

أَنَا سَيِّدُ الْعَالَمِينَ۔ (بیہقی)

میں ساری کائنات کا سردار ہوں۔

حکیم ترمذی و بیہقی و ابن عساکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اور مجھے اپنا حبیب بنایا۔ پھر خدا نے مجھ سے فرمایا:

وَعَزَّيْتِي وَجَلَّالِي لَا وَثَرْنَ حَبِيبِي عَلَى خَلِيلِي وَنَجَّيْتِي۔ (بیہقی)

کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اپنے حبیب کو خلیل و نبی پر فضیلت دوں گا۔

ملک کونین میں انبیاء تاج دار

تاجداروں کا آقا ہمارا نبی ﷺ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ
آخِرُ الْأَمَمِ وَأَوَّلُ مَنْ يُحَاسَبُ. أَيْنَ الْأُمِّيَّةُ وَبَيْتُهَا فَتَحْنُ الْآخِرُونَ
الْأَوَّلُونَ۔ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہم سب

سے آخری امت ہیں اور قیامت میں سب سے پہلے ہمارا حساب ہوگا۔ پکارا جائے گا۔

اُمّتِ اُمیہ اور ان کے نبی کہاں ہیں؟ اس لئے گویا ہم سب سے آخر میں ہیں مگر (قیامت

کے دن) سب سے پہلے ہو جائیں گے۔ (ابن ماجہ)



ادا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کی عزت افزائی

کیلئے آپ سے اُمت کے متعلق مشورہ فرمایا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ رَبِّي اسْتَشَارَنِي أُمَّتِي مَاذَا أَفْعَلُ بِهِمْ فَقُلْتُ مَا شِئْتُ يَارَبِّ هُمْ

خَلَقْتُ وَعِبَادُكَ۔

بیشک میرے رب نے میری امت کے باب میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں۔ میں نے عرض کی کہ اے رب میرے جو تو چاہے کہ وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دوبارہ مشورہ فرمایا۔ میں نے اب بھی وہی عرض کی۔ اللہ تعالیٰ نے سہ بار مجھ سے مشورہ فرمایا۔ میں نے پھر وہی عرض کی۔ اس پر رب العزت جل مجدہ نے فرمایا:

فَقَالَ تَعَالَى إِنِّي لَنْ أُخْزِيكَ فِي أُمَّتِكَ يَا أَحْمَدُ وَبَشَّرَنِي أَنَّ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَعِيَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ أَلْفًا لَيْسَ عَلَيْهِمْ حِسَابٌ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَدْعُ تَجِبُ وَسَلْ تَعَطَّ۔

(کنز العمال ج ۶ ص ۱۱۲ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۱۰ مسند احمد امام احمد ج ۵ ص ۳۹۳)

اس پر رب العزت نے فرمایا۔ اے احمد بیشک میں ہرگز تجھے تیری امت کے بارے میں رد نہیں کروں گا اور مجھے بشارت دی کہ میرے ستر ہزار امتی سب سے پہلے میرے ساتھ داخل بہشت ہوں گے۔ ان میں ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے جن سے حساب تک نہ لیا جائے گا۔

حضور اقدس ﷺ کی قانونی اور شرعی حیثیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک شخص نے بحضور نبوی ﷺ حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں ہلاک ہو گیا۔ فرمایا کیا ہوا؟ عرض کی۔ رمضان میں اپنی بیوی سے نزدیکی کی (یعنی روزہ توڑ دیا) فرمایا غلام آزاد کر سکتا ہے؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ عرض کی نہیں..... اتنے میں کھجوریں خدمت اقدس میں لائی گئیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: جان کھجوروں کو خیرات کر دے۔ عرض کی حضور ﷺ مدینہ میں مجھ سے زیادہ کوئی گھر محتاج نہیں۔ فَصَحَّحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ وَقَالَ اذْهَبْ فَاطْعِمَهُ أَهْلَكَ۔ (مسلم ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

رحمت عالم ﷺ یہ سن کر ہنسے حتیٰ کہ دندان مبارک ظاہر ہوئے اور فرمایا: جا اپنے گھر والوں کو (یہ کفارہ کی کھجوریں) کھلا دے (صرف تیرے لئے اس امر کی اجازت ہے تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا)

دارقطنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس شخص سے فرمایا:

كُلُّهُ أَنْتَ وَعِيَاكَ فَقَدْ كَفَّرَ اللَّهُ عَنْكَ۔

تو اور تیرے اہل و عیال یہ خرے کھالیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے کفارہ

حکم نبوی ﷺ کی تعمیل میں صحابہ کرام حضور کو سجدہ تو نہ کرتے مگر صحابہ کا دل چاہتا تھا کہ حضور کو سجدہ کریں

عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أَتَيْتُ الْحَيْرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يُسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانَ لَهُمْ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي أَتَيْتُ الْحَيْرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يُسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانَ لَهُمْ فَأَنْتَ أَحَقُّ بِأَنْ يُسْجَدَ لَكَ فَقَالَ لِي أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتُ بِقَبْرِى أَكُنْتُ تُسْجَدُ لَهُ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوا لَوْ كُنْتُ أَمْرًا أَحَدًا أَنْ يُسْجَدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ النِّسَاءَ أَنْ يُسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللَّهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ - (رواه ابوداؤد ورواه احمد بن حنبل)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں حیرہ گیا تو دیکھا کہ وہاں کے لوگ سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو میں نے بحضور نبوی ﷺ میں عرض کی میں حیرہ گیا تھا میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ آپ تو اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا: بتاؤ اگر تم میری قبر پر گزرتے تو کیا اس کو سجدہ کرتے؟ میں نے عرض کی نہیں۔ فرمایا تو پھر اب بھی مت کرو۔ اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو یقیناً عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں کیونکہ شوہروں کا حق اپنی بیویوں پر زیادہ ہے۔

پیش نظر وہ نو بہار سجدہ کو سر ہے بے قرار روکنے سر کو روکنے ہاں یہی امتحان ہے



حضور ﷺ کی ذات اقدس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان و اعتماد کی کیفیت

حارث بن اسامہ بن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور سید عالم نور مجسم ﷺ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا۔ وہ بیچ کر مکر گئے اور گواہ مانگا جو مسلمان آتا اعرابی کو جھڑکتا اور کہتا تیرے لئے خرابی ہو حضور اقدس ﷺ حق کے سوا کیا فرمائیں گے (مگر گواہی نہیں دیتا کہ کسی کے سامنے کا واقعہ نہ تھا) اتنے میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ حاضر بارگاہ ہوئے۔ گفتگو سن کر عرض کی:

أَنَا أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَايَعْتَهُ -

میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے حضور ﷺ کے ہاتھ (یہ گھوڑا) بیچا ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: خزیمہ تم تو موقع پر موجود ہی نہ تھے۔ تم نے گواہی کیسے دی۔ عرض کی۔

أَنَا أَصَدِّقُكَ عَلَى خَبَرِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا أَصَدِّقُكَ عَلَى الْأَعْرَابِيِّ -

یا رسول اللہ ﷺ میں آسمان و زمین کی خبروں پر (جو آپ دیتے ہیں بغیر دیکھے) آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ کیا اس اعرابی کے مقابلے میں تصدیق نہ کروں؟

حضور ﷺ کے استعمال شدہ پارچات بھی

باعث برکت و رحمت ہیں

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس حضور ﷺ کا استعمال شدہ جبہ مبارک ہے۔ اب ہم

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا وَنَحْنُ نَفْسِلُهَا لِلْمَرْضَى نَسْتَشْفِي بِهَا۔ (رواہ مسلم)

اس جبہ مبارک کو مریضوں کیلئے دھوتے ہیں (اور اس کا دھون پلاتے ہیں) اور اس کے ذریعہ شفاء حاصل کرتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے موئے مبارک کو بھی

دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب سمجھتے تھے

حضرت محمد بن سیرین تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قُلْتُ لِعُبَيْدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْبَنَاهُ مِنْ قَبْلِ أَنَسٍ أَوْ مِنْ قَبْلِ أَهْلِ أَنَسٍ فَقَالَ لَأَنْ تَكُونَ عِنْدِي شَعْرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔ (بخاری ص ۲۹)

میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس حضور اکرم ﷺ کے کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ یا اہل انس سے ملے ہیں۔ (یہ سن) کہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال کا ہونا میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَاقِي يَخْلِقُهُ وَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ فَمَا يَرِيدُونَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِي يَدِ رَجُلٍ۔

(مسلم کتاب الفضائل ج ۳ ص ۳۵۶)

کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ حجام آپ کے سر مبارک کی حجامت بنا رہا تھا اور آپ کے اصحاب آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ وہ یہی چاہتے تھے کہ

آپ کا جو بال بھی گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔

حضور ﷺ کے موئے مبارک کے متعلق

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدہ کی ایک مثال

حاکم و دیگر محدثین کرام روایت کرتے ہیں کہ جنگ یرموک میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گم ہو گئی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اتر کر اپنی ٹوپی تلاش کرنے لگے مسلمان فوجیوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اس حرکت کو پسند نہ کیا اور کہا۔ تیر برس رہے ہیں۔ تلواریں چل رہی ہیں۔ موت و حیات کا سوال ہے اور فوج کا جرنیل اتر کر اپنی ٹوپی کی تلاش میں مصروف ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ٹوپی کی تلاش کے بعد ٹوپی کی طرف متوجہ ہوئے کہنے لگے۔ تمہاری حیرانی بجا ہے۔ مگر تمہیں معلوم نہیں کہ میری ٹوپی میں حضور سید المرسلین ﷺ کے موئے مبارک تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے عمرہ فرمایا اور اپنے بال کٹوائے تو ہر صحابی آپ کے موئے مبارک حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر آپ کی پیشانی مبارک کے بال حاصل کئے اور اپنی ٹوپی میں رکھ لئے۔ پھر کہا:

فَلَمْ أَشْهَدْ قِتَالًا وَهِيَ مَعِيَ إِلَّا رَزَقْتُ النَّصْرَ۔

(جزیۃ اللہ علی العالمین ص ۲۸۶)

ہر معرکہ میں یہ بال میرے ساتھ ہوتے ہیں اور انہیں کی برکت سے مجھے فتح حاصل ہوتی ہے۔

حضور ﷺ کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا

عَنْ ذُكْوَانَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ لَهُ ظِلٌّ

فِي شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ۔ (اخراج الکیم الترمذی)

حضرت ذکوان کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا چاند کی چاندنی اور سورج کی روشنی میں سایہ نہیں (دکھائی) دیتا تھا۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۸)

حضور ﷺ کا کفِ دست ریشم و دیبا سے زیادہ نرم تھا

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا مَسَسْتُ دِيْبَا جَةً وَلَا خَرِبْرًا أَلَيْنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمْعَتٍ مُسْكًا وَلَا غَبْرَةَ أَطْيَبَ مِنْ رَائِحَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۶۳ مکتوٰۃ ص ۵۱۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ میں نے کسی ریشم اور دیبا ج کو حضور ﷺ کے کفِ دست سے نرم نہیں پایا اور نہ کسی مشک و عنبر وغیرہ کی خوشبو کو آپ کی خوشبو سے بڑھ کر پایا۔

حضور ﷺ کے روضہ انور کی زیارت کرنے والے

کیلئے حضور ﷺ کی شفاعت ضروری ہوگی

عَنْ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوعًا مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِي بَعْدَ مَوْتِي كَانَ كَمَنْ زَارَنِي فِي حَيَاتِي۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ جس نے میری قبر مبارک کی میری وفات کے بعد زیارت کی۔ وہ ایسا ہی ہے جیسا وہ جس نے میری حیات میں زیارت کی۔ (خلاصۃ الوفا ص ۴۱)

مَنْ زَارَ قَبْرِي حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر

کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔ (خلاصۃ الوفا ص ۴۱)

فرمائیں تو طلوع ہو مغرب سے آفتاب

چاہیں تو ایک اشارہ سے شقِ قمر کریں

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةٌ فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةٌ دُونَهُ۔

(بخاری، مسلم، مکتوٰۃ ص ۵۲۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ سے اوپر تھا اور دوسرا ٹکڑا اس کے نیچے۔

حسینا نانِ عالم میں سب سے حسین

عَنْ بَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَأَحْسَنَهُمْ خَلْقًا۔ (بخاری شریف، مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضور ﷺ صورت و سیرت میں تمام لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔

عَنْ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ، حَتَّى كَأَنَّهُ قِطْعَةٌ مِنَ الْقَمَرِ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جب حضور اکرم ﷺ سرور و شادماں ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسا منور ہو جاتا کہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا۔

حسینوں میں حسین ایسے کہ محبوبِ خدا ﷺ ٹھہرے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الشَّمْسُ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ - (ترمذی مشکوٰۃ ص ۵۱۸)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میں نے حضور اکرم ﷺ سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا کہ آفتاب آپ کے چہرہ میں چل رہا ہے۔

حج عمر میں ایک بار ہی فرض ہے اگر حضور ﷺ

ہاں کہہ دیں تو ہر سال فرض ہو جائے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

لَا وَلَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ - (احمد ترمذی ابن ماجہ)

حج ہر سال فرض نہیں اور اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہو جائے۔

حضور ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ عَطَشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فِي الرِّكَوَّةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَقُورُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ كَمَا مَثَالُ الْعُيُونِ - (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۴۰)

امام بخاری و مسلم حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگِ حدیبیہ میں پانی نہ رہا۔ لشکر پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خدمتِ اقدس میں عرض کی۔ سرکارِ پانی نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے اپنا دستِ اقدس چھاگل میں ڈالا تو انگشت ہائے مبارک سے

چشموں کی طرح پانی جوش مارنے لگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر ایک لاکھ آدمی ہوتے تو وہ بھی اس پانی سے سیراب ہو جاتے۔ مگر ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

حضور سرورِ عالم ﷺ کے تبسم سے

درو بامِ روشن و منور ہو جاتے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَخِيطُ فِي السَّحَرِ فَسَقَطَتْ مِنِّي الْإِبْرَةُ فَطَلَبْتُهَا فَلَمْ أَقْدِرْ عَلَيْهَا فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَيَّنَتْ الْإِبْرَةُ بِشُعَاعِ نُورٍ وَجْهِهِ فَأَخْبَرْتُهُ - (ابن عساکر خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۲)
اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہا فرماتی ہیں:

کپڑے سی رہی تھی تو سوئی گم ہو گئی۔ پس حضور ماہِ مدینہ ﷺ تشریف لے آئے تو آپ کے رُخِ انور کی روشنی سے سارا کرہ روشن ہو گیا اور سوئی چمکنے لگی تو مجھے اس کا پتہ چل گیا۔

سوزنِ گرم گشتہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

پسینہ مبارک کی بینظیر خوشبو

عَنْ أَنَسٍ قَالَ وَلَا شَمِيتُ مِسْكَ قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ أَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - (شمائل ترمذی)
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میں نے کبھی کوئی کستوری اور کبھی کوئی عطر ایسا نہیں سونکا جو نبی اکرم ﷺ کے

پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبودار ہو۔

حضور ﷺ کیلئے اندھیرا حجاب نہیں بنتا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرَى فِي الظُّلُمَاءِ كَمَا يَرَى فِي الضُّوءِ۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ اندھیرے میں ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے اجالے ہیں۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۱)

حضور ﷺ کی آنکھیں سوتی ہیں دل ہمیشہ بیدار رہتا ہے

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۹)

حضور ﷺ جب خندہ فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ضَحَلَتْ يَتَلَاوُءُ فِي الْجُدْرِ۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۸۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ جب نبی اکرم ﷺ خندہ فرماتے تو دانتوں سے نور کی شعاعیں نکلتیں جن سے در دیواریں روشن ہو جاتے۔

حضور ﷺ کے لعاب سے مشک و عنبر کی خوشبو آتی تھی

وَأَيْلُ بْنُ حَجَرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَلُو مِنِّي

مَاءٍ فَشَرِبَ مِنَ الدَّلْوِ ثُمَّ مَجَّ فِي الْبُخْرِ فَفَاحَ مِنْهُ مِثْلُ رَائِحَةِ الْمِسْكِ۔

(ابن ماجہ احمد بخاری ابویعیم خصائص ج ۱ ص ۶۱ زرقانی ج ۳ ص ۹۶)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضور ﷺ کے پاس ایک ڈول میں پانی لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے پیا اور کلی کر کے ایک کنوئیں میں ڈال دیا تو اس میں مشک کی سی خوشبو آنے لگی۔

حضور اقدس ﷺ کا حسن و جمال بے مثل و بے مثال

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَأَنُورَهُمْ لَوْنًا لَمْ يَصِفْهُ وَاصِفٌ قَطُّ إِلَّا شَبَّهَ وَجْهَهُ بِالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَكَانَ عَرْقُهُ فِي وَجْهِهِ مِثْلَ اللُّوْلُؤِ۔

(زرقانی علی المواہب ج ۳ ص ۲۲۵)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور خوش رنگ تھے جس کسی نے آپ کی توصیف کی اس نے آپ کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی۔ پسینہ کی بوند آپ کے چہرہ میں یوں معلوم ہوتی تھی جیسے موتی۔

شیطان، حضور ﷺ کی شکل اختیار کر کے نہیں آ سکتا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَسِيرَانِي فِي الْيَقْظَةِ أَوْ كَأَنَّمَا رَأَى فِي الْيَقْظَةِ لَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي۔ (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو حالت بیداری میں بھی دیکھ لے گا (اور جس نے

میری خواب میں زیارت کی) وہ ایسے ہے جیسے اس نے مجھے بحالت بیداری میں دیکھا۔ شیطان خواب میں میری شکل اختیار کر کے نہیں آ سکتا۔ (بخاری و مسلم)

حضور اقدس ﷺ جس راستے سے گزرتے

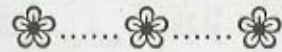
وہ خوشبو سے مہک جاتا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ فِي طَرِيقٍ مِنْ طَرِيقِ الْمَدِينَةِ وَجَدُوا مِنْهُ رَائِحَةَ الطِّيبِ وَقَالُوا مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هَذَا الطَّرِيقِ. (داري، بیہقی، ابویعیم، یزار، ابویعلی، دلائل النبوة ص ۳۸۰، خصائص الکبریٰ ج ۳ ص ۶۷، زرقانی ج ۳ ص ۲۲۲)

حضرت جابر و حضرت انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

کہ حضور ﷺ جب مدینہ منورہ کی کسی گلی میں سے گزرتے تو لوگ اس گلی سے خوشبو پا کر کہتے کہ اس گلی میں حضور اکرم ﷺ کا گزر ہوا ہے۔

عَنْ زَيْنٍ عَمْرٍ هُوَ مَشْكٌ تَرِ غِبَارِ
ادنیٰ سی یہ شناخت تری رہگور کی ہے



بلغ العلیٰ بکمالہ

انبیاء کی ضرورت

علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ غایہ تجرد اور نہایت تقدس میں سے یعنی رب العزت جل مجدہ ایسی ہستی ہے جو کمال کے انتہائی درجہ پر ہے اور انسان تصان کے انتہائی درجہ پر ہے۔ اس لئے انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ بغیر کسی واسطہ کے رب العزت جل مجدہ سے فیض حاصل کر سکے۔ لہذا اللہ سے فیض حاصل کرنے کیلئے واسطہ کی ضرورت پڑی مگر وہ واسطہ کیسا ہو؟ لکھتے ہیں۔

لَهُ وَجْهٌ تَجَرُّدٌ وَنَوْعٌ تَعَلُّقٌ۔

جس میں ایک وجہ تجرد کی اور دوسری وجہ تعلق کی ہو۔

یعنی تجرد کی جہت سے وہ خداوند قدوس سے فیض حاصل کرے اور تعلق کی جہت سے وہ فیض الہی کو انسانوں تک پہنچادے۔ پس ایسا واسطہ انبیاء کرام علیہم السلام ہیں اور ان میں سب سے بڑا اور سب سے ارفع مرتبہ حضور ﷺ کا ہے۔ علامہ شوکانی کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

وَهَذَا الْوَاسِطَةُ هُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَأَعْظَمُهُمْ رُتْبَةً وَأَرْفَعُهُمْ مَنْزِلَةً نَبِينَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یہ واسطہ انبیاء کرام اور ان میں سے بڑا مرتبہ اور سب سے اونچی منزلت ہمارے

نبی کریم ﷺ کی ہے۔

علامہ شوکانی کی اس تحقیق کے پیش نظریہ بات کھل جاتی ہے کہ انبیاء کرام ﷺ کی بشریت اور انسانیت عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتی۔ وہ اللہ کے بندے ضرور ہوتے ہیں مگر ان کی بشریت ایسی ہوتی ہے جس کو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ نے اپنے اس شعر میں بیان فرمایا ہے۔

حسن محمدی

اُم المؤمنین محبوبہ سید المرسلین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پر نور سید عالم ﷺ کا حسن نہ لاقھا۔ بدن کا رنگ نورانی تھا۔

لَمْ يَصِفْهُ وَاصِفٌ قَطُّ إِلَّا شَبَّهَ وَجْهَهُ بِالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔

(خصائص ص ۶۷ ج ۱)

جو بھی آپ کا وصف کرتا چودھویں کے چاند سے تشبیہ دیتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے زیادہ حسین کسی کو نہ دیکھا۔ جب میں چہرہ اقدس دیکھتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے۔

كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ۔ (بخاری ج ۶ ص ۶۷۹)

کہ آفتاب چہرہ مبارک میں جاری ہے۔

چودھویں چاند ہے روئے حبیب

اور ہلالِ عید ابروئے حبیب

حضرت ہمدان کہتے ہیں۔ مجھے لوگوں نے کہا حضور کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دو

تو میں نے کہا:

كَأَلْقَمَرٍ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَمْ أَرْ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ۔ (بخاری ج ۶ ص ۶۷۹)

حضور ﷺ کا چہرہ چودھویں کا چاند تھا میں نے آپ کا حسین کہیں نہیں دیکھا۔

حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چودھویں کا چاند اپنی پوری چمک و دمک کے ساتھ نکلا ہوا تھا اور مدنی تاجدار دو عالم ﷺ کے سردار سرخ رنگ کا دھاری دار چہرہ زیب تن کئے تشریف فرما تھے تو میں نے مقابلہ کیلئے ایک نظر آسمانی چاند پر ڈالی اور ایک نظر مدنی چاند پر اور موازنہ کیا کہ کون زیادہ خوبصورت ہے۔

فَإِذَا هُوَ أَحْسَنُ عِنْدِي مِنَ الْقَمَرِ۔

تو مجھے یقین ہو گیا کہ مدنی چاند آسمانی چاند سے زیادہ خوبصورت ہے۔ آسمانی

چاند میں میل تھا اور محبوب کبریا کا چہرہ منور میل سے پاک تھا۔

رُخ دن ہے یا مہر سایہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

شب زلف یا مُشکِ ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم حضور ﷺ کے سر

مبارک سے لے کر پائے اقدس تک کے اعضائے کریمہ کی صفت بیان کرتے ہوئے

جب عاجز آ جاتے ہیں تو حضور ﷺ کو کسی چیز سے تشبیہ نہیں دیتے کیونکہ

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے

اس کے منہ پر چھائیاں حضرت کا چہرہ صاف ہے

اس لئے فرماتے ہیں۔

لَمْ أَرَهُ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

میں نے حضور سے قبل اور آپ کے بعد آپ جیسا حسین نہیں دیکھا۔

حسن ہے بے مثل صورتِ لا جواب میں فدا تم آپ ہو اپنا جواب

ہستی کا نقشِ اول

نہ شمع جلتی نہ پھول کھلتے نہ دن نکلتا نہ رات ہوتی

جو وہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا وجود کون و مکان نہ ہوتا

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتم النبیین سید المرسلین علیہ السلام نے فرمایا میں پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں۔

وَآخِرُهُمْ فِي الْبُعْثِ۔

اور بعثت میں ان سے پچھلا ہوں۔

دہر میں تیری ذات پہ ختم ہوئی پیہری

اللہ عزوجل نے اپنے محبوب مکرم ﷺ سے ارشاد فرمایا۔ اے محبوب اگر تم کو پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

لَوْلَاكَ لَمَّا أَظْهَرْتُ الرُّبُوبِيَّةَ۔ (مکتوبات ص ۲۲۲ ج ۳۰)

اگر تمہارا پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ فرماتا۔

جہاں کی تخلیق ہی نہ ہوتی جو حاصل دو جہاں نہ ہوتا

نہ عالم ہست و بود ہوتا نہ زندگی کا وجود ہوتا

حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ صحابہ کرام نے بحضور نبوی ﷺ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کیلئے نبوت کب ثابت ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ۔

میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام جسم اور روح کے درمیان تھے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہے وہ جہاں کی جان ہے تو جہاں ہے

اختیار نبوی ﷺ

حضرت علامہ قسطلانی رحمہ اللہ شارح بخاری فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔

لَآئِهٖ يُقْسِمُ الْجَنَّةَ بَيْنَ أَهْلِهَا۔ (مواعظ اللہ ج ۱ ص ۱۹۵)

کیونکہ آپ جنتوں میں جنت تقسیم فرمائیں گے۔

علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آخرت میں بھی نعمتوں کی تقسیم حضور

ﷺ ہی کے دست اقدس میں ہے۔ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ و نائب

ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے خوان سب آپ کے حکم

کے مطیع اور ارادے کے زیر فرمان کر دیئے۔

يُعْطَى مَنْ يَشَاءُ۔ (الجواہر المظہم ص ۵۲)

حضور جسے چاہیں عطا فرمائیں۔

حضور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ ہر چیز عطا فرماتے ہیں۔ سانکوں کی

حاجتیں پوری اور مصیبت زدوں کی مصیبت دفع فرماتے ہیں۔ آپ قیامت کے دن

شفاعت فرمائیں گے۔

وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ يَشَاءُ۔ (شواہد الحق ص ۱۵۳)

اور جس کو چاہیں گے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم

دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ حضور اشرف انبیاء محمد

مصطفیٰ ﷺ کے اختیارات اور آپ کی حکومت سلیمان علیہ السلام کی حکومت و سلطنت

سے برتر و افضل ہے۔

ملک و ملکوت جن و انس و تمامی عوالم بتقدیر نصرت الہی عز و علا در حیطہ قدرت و

تصرف دے بود۔ (اشعۃ الممعات ج ۱ ص ۴۶۳)

ملک و ملکوت جن و انسان اور تمام کائنات اللہ عزوجل کی عطا سے آپ کے حکم

کے مطیع اور ارادہ کے زیر فرمان ہیں۔

مالک کو نین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

بے سایہ رسول

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ عالم شہادت میں حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

چوں لطیف ترازوے صلی اللہ علیہ وسلم در عالم نباشد اور اسایہ چہ صورت دارد۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی)

کیونکہ ہر شخص کا سایہ لطیف ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز لطیف نہ تھی اس لئے آپ کا سایہ کس طرح ہوتا۔

یہ ہم کہتے ہیں دنیا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے بے سایہ
خدا جانے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ تھا سایہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا

ولادت باسعادت

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا۔ تمہاری عمر کتنی ہے؟ جناب جبریل علیہ السلام نے عرض کیا۔ میں اس کے سوا نہیں جانتا کہ حجاب رابع میں ایک ستارہ ہر ستر ہزار سال کے بعد ظاہر ہوتا تھا۔ میں نے اس کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَعِزَّةُ رَبِّي إِنَّا ذَلِكُ الْكَوْكَبُ۔ (جواہر البحار ص ۷۷۶)

اے جبریل مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم وہ ستارہ میں ہی تھا۔

جناب عباس رضی اللہ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رح میں عرض کرتے ہیں۔

وَأَنْتَ لَمَّا وَلِدْتَ أَشْرَقَتْ الْأَرْضُ وَضَاءَتْ بَنُورِكَ الْأَلْفُ
فَنَحْنُ فِي ذَالِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّورِ وَسُبُلُ الرِّشَادِ نَخْتَرِقُ۔

(خصائص کبریٰ ص ۳۹ ج ۱)

اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ کے نور سے آفاق منور ہو گئے سو ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہیں۔

(نثر لطیف ص ۹)

تھی تاریکی جہاں بھر میں ترے بن
ترے جلوے سے روشن ہو گیا دن

طلوع اجلال

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب برج سیدہ عقیقہ طیبہ طاہرہ جناب آمنہ رضی اللہ عنہا سے طلوع اجلال فرمایا تو:

إِنَّ أُمَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَتْ حِينَ وَضَعَتْهُ نُورًا
أَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُورُ الشَّامِ۔

آمنہ پاک کو ایسا نور نظر آیا جس کی روشنی میں انہوں نے ملک شام کے محلات

کو دیکھ لیا۔ (مسند امام احمد ج ۱ ص ۱۲۷)

وہ ماو عرب آج کعبہ میں چکا
وہ مالک ہے سارے عرب اور عجم کا

دُعَا خلیل

وَأَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكَرٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ أَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِكَ قَالَ نَعَمْ أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَكَانَ آخِرَ مَنْ

بَشْرَبِي عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ۔ (خصائص کبریٰ ص ۱۷۹ ج ۱)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبوی ﷺ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ اپنی نبوت کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور میرے ظہور کی آخری بشارت دینے والے عیسیٰ بن مریم ہیں۔

اس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کی طرف اشارہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بناء کعبہ کے وقت کی تھی۔ قرآن مجید میں دعاء ابراہیمی کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (پ ۱۱ البقرہ ۱۲۹)

اے پروردگار ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے کہ پڑھے ان میں تیری آیتیں اور سکھلا دے ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں اور پاک کرے ان کو بیشک تو ہی ہے زبردست بڑی حکمت والا۔

حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا۔ قَدْ اسْتَجَبْتُ لَكَ هُوَ كَأَنَّ فِي آخِرِ الزَّمَانِ۔

(خصائص کبریٰ ص ۱۷۹ ج ۱)

اے ابراہیم تمہاری دعا قبول ہوئی وہ نبی اخیر زمانہ میں ظاہر ہوں گے۔

چنانچہ توریت اور انجیل اور زبور میں خاتم الانبیاء ﷺ کے ظہور سراپا نور و سرور کی بشارتیں اب بھی موجود ہیں۔

ظہور رحمۃ اللعلمین کی خوشخبری سنانے کیلئے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کے فرائض نبوت میں ایک فرض یہ رکھا وہ اس بات کا اعلان

فرمائیں۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مژدہ سنایا۔

مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ۔ (قرآن مجید)

میں اس مقدس رسول کی بشارت سنانے آیا ہوں جس کا نام نامی اسم گرامی احمد ہے۔ (پ ۱۲۸ القف ۶)

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا

دعائے خلیل اور نوید مسیا

سبحان اللہ! صحائف الہیہ کی پیش گوئیاں اور انبیاء و مرسلین کی بشارتوں کے بعد آسمان نبوت کے اس نیر اعظم نے طلوع اجلال فرمایا جس کے ظہور سے خزاں نصیب دنیا میں بہار آگئی۔ تاریکیوں کے بادل چھٹ گئے اور نیکیوں کیلئے فضا سازگار ہو گئی۔

حضور ﷺ کی شان علمی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں جو کلام فرمایا۔ اس سے بھی حضور ﷺ کی شان علمی کا اظہار ہوتا ہے۔

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَنِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا۔ (قرآن حکیم)

میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے کتاب (انجیل) دی اور مجھے غیب کی خبریں

بتانے والا بنایا۔ (پ ۱۶ مریم ۳۰)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی بطنِ مادر میں تھے کہ آپ کو انجیل الہام فرمادی گئی اور پالنے میں تھے کہ آپ کو نبوت عطا فرمادی گئی۔ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی یہ کیفیت ہے تو غور کیجئے حضور سید عالم ﷺ کا کیا مرتبہ ہوگا جو دعائے خلیل و نوید مسیا اور سید المرسلین ہیں۔ حق یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا عالم بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ یعنی نزولِ جبریل امین علیہ السلام سے قبل بھی حضور ﷺ قرآن کے عالم تھے۔ اسی لئے حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ حسب معراج

جب میں حرمِ خلوت گاؤ قدس میں پہنچا تو اس وقت اللہ عزوجل نے مجھ سے سوال فرمایا۔ میں جواب ندے سکا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں محسوس کی۔

فَاَوْزَيْتْنِي عِلْمَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَعَلَّمَنِي عُلُومًا شَتَّى فَعَلِمَ أَخَذَ عَلَيَّ كِتَابِيهِ اِذْ عَلِمَ لَا يَقْدِرُ عَلَيَّ حَمَلُهُ اَخَذَ غَيْرِي وَعَلِمَ خَيْرِنِي وَعَلَّمَنِي الْقُرْآنَ فَكَانَ جِبْرِيلُ يَذْكُرْنِي۔ (مواعظ لدینیہ ج ۲ ص ۲۹)

تو اللہ تعالیٰ نے مجھے علومِ اولین و آخرین کا وارث بنا دیا اور مجھے مختلف علوم تعلیم فرمائے ان میں سے ایک علم ایسا تھا جس کے چھپانے کا مجھ سے عہد لیا۔ کیونکہ وہ ازل سے جانتا تھا کہ اس علم کے اٹھانے کی طاقت میرے سوا کسی اور میں نہیں ہے اور ایک وہ علم تھا جس کا مجھے اختیار دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن کی تعلیم فرمائی اور جبریل تو یاد دلانے کیلئے آتے تھے۔

شاہد و شہید رسول

حضور سید عالم نور مجسم ﷺ شاہد بھی ہیں اور شہید بھی۔ کتاب مجید میں ان دونوں صفتوں کا ذکر آیا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ انا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا۔

(پ ۱۲۲ الاحزاب ۳۵)

اے غیب کی خبریں دینے والے نبی ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر مبعوث کیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ویکون الرسول علیکم شہیداً کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وہا شد رسول شام گواہ۔ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین

خود کد ام درجہ از دین من رسیده و حقیقت ایمان او چیست و جوابے کہ بداں از ترقی محبوب مانده است کد ام است پس او سے شناسد گناہان شمار اور درجات ایمان شمار او اعمال نیک و بد شمار او اخلاص و نفاق شمار۔ لہذا شہادت اور دنیا و دین حکم شرع در حق اُمت مقبول و واجب العمل است۔ (تفسیر عزیزی ص ۶۷۶)

تمہارے رسول قیامت کے دن میں تم پر گواہ ہوں گے۔ کیونکہ وہ اپنی نبوت کے نور کے ساتھ اپنے دین پر چلنے والے کے رتبہ سے واقف ہیں کہ وہ میرے دین میں کس درجہ پر پہنچا اور اس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور جس حجاب کے سبب وہ ترقی سے رک گیا وہ کون سا حجاب ہے تو حضور ﷺ ہر امتی کے گناہوں کو پہچانتے اور تم سب کے ایمان کے درجوں کو جانتے ہیں اور تمہارے سب نیک و بد اعمال سے واقف ہیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا۔ آپ نے جو کچھ تھا سب اپنے مقدس رسول پر شمار کر دیا اور اپنی جگر گوشہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شکرانہ میں بحضور نبوی ﷺ پیش کر دیا۔

پروانہ کو چراغِ عنادل کو پھول بس۔ صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس۔
حضور ﷺ کا علم وسیع

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سورج ڈھلے جلوہ فرما ہوئے اور ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر قیام فرمایا اور قیامت کے ذکر کے دوران فرمایا:

قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا فَاتَّكَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ وَاتَّكَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُدَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ أَبِي قَالَ أَبُوكَ حُدَافَةُ ثُمَّ اتَّكَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي فَبَرَكَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِحَمْدِ نَبِيٍّ فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ غُرِضْتُ عَلَى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

إِنْفَا فِي عَرْضِ هَذَا لِحَائِطِ فَلَمْ أَرَ كَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ۔

جس کو جو پوچھنا ہو پوچھ لو جب تک میں اس جگہ قیام فرما ہوں۔ تم جو بات پوچھو گے بتاؤں گا۔ یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم رونے لگے تو عبداللہ بن حذافہ کہی کھڑے ہوئے۔ عرض کی میرا باپ کون ہے؟

آپ نے فرمایا حذافہ! پھر آپ بار بار یہی فرمانے لگے۔ پوچھو پوچھو! بالآخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوزانو ہو کر بیٹھے اور عرض کی۔ ہم اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے رسول برحق ہونے پر راضی ہوئے۔ (بخاری)

اس پر حضور خاموش ہوئے۔ پھر فرمایا: ابھی جنت و دوزخ میرے سامنے اس دیوار کے عرض میں پیش کی گئی تو میں نے (جنت جیسی) عمدہ اور دوزخ جیسی بری چیز نہیں دیکھی۔ (بخاری)

حضور سید عالم ﷺ کو معلوم تھا کہ منافقین بطور امتحان آپ سے سوالات کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر آپ منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور اعلان کیا۔ مجھ سے جو پوچھو جواب دوں گا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو لوگ کسی اور کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے والد کے متعلق سوال کیا کہ کون تھا۔ آپ نے فرمایا: تیرا باپ حذافہ ہے۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ رونے لگے کہ کہیں عذاب نہ نازل ہو جائے۔ منافقین اللہ کے نبی کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ حضور ﷺ بار بار فرما رہے ہیں کہ پوچھو پوچھو تو مذکورہ بالا کلمات عرض کئے۔ تب جا کر حضور ﷺ کو سکون ہوا۔

اس حدیث سے بلا کسی کھینچ تان کے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی ﷺ کے

علم پاک کے متعلق کلام کرنا اور یہ خیال کرنا کہ فلاں بات کا علم حضور ﷺ کو نہیں ہے۔ علامت نفاق ہے۔ حضور ﷺ نے بھی عن شیء فرمایا۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس چیز کے متعلق سوال کرنا ہے کر لو میں جواب دوں گا۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ہر چیز کے عالم ہیں۔ ورنہ اس عموم کے ساتھ اعلان نہ فرماتے۔

حضرت علامہ بدر محمد عینی شارح بخاری نے روح پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا مرتبہ و مقام بہت بلند ہے۔

هُوَ حَبِيبُ اللَّهِ وَسَيِّدُ خَلْقِهِ أَنْ يَكُونَ غَيْرَ عَالِمٍ بِالرُّوحِ وَكَيْفَ وَقَدْ مَنْ اللَّهُ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ (یعنی ج ۱ ص ۶۱۲)

وہ حبیب اللہ ہیں، مخلوق الہی کے سردار ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ روح کے عالم نہ ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان فرمایا (اور قرآن حکیم) میں آپ کے متعلق فرمایا) ہم نے آپ کو سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر تو اللہ کا فضل عظیم ہے۔

دیکھئے علامہ عینی نے یہ آیت مبارکہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ میں مَا کو عموم پر رکھا اور مَا سے یہ استدلال فرمایا کہ اس کے عموم میں روح بھی داخل ہے۔ پھر کیسے یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو روح کا علم نہ دیا ہو۔ اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں۔ آیت یَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو روح کا علم نہیں دیا یا حضور ﷺ روح کی حقیقت نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ وَقَدْ قَالَ أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ لَيْسَ فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الرُّوحَ لَا يَعْلَمُ وَلَا عَلَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُهَا۔ (یعنی ج ۱ ص ۶۱۲)

دودھ کا پیالہ اور اصحابِ صفہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بھوک کے باعث کبھی ایسا ہوتا کہ میں جگر تھام کر زمین پر گر جاتا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا۔ ایک دن میں سرراہ آ بیٹھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے قریب سے گزرے تو میں نے ان سے قرآن مجید کی چند آیتیں دریافت کیں۔ میرا مقصد یہ تھا کہ شاید وہ مجھے کچھ کھلا دیں گے۔ مگر وہ یونہی تشریف لے گئے۔ پھر فاروقی اعظم رضی اللہ عنہ آئے۔ ان سے میں نے ایک آیت کا مطلب پوچھا۔ ان سے بھی غرض وہی تھی مگر وہ چلے گئے۔ اتنے میں حضور ﷺ کا گذر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھا اور دیکھ کر تبسم فرمایا: یعنی میرے دل کی بات سمجھ گئے اور میرے چہرے کو تاڑ گئے، آپ نے فرمایا: ابو ہریرہ میرے ساتھ چلو۔ میں پیچھے پیچھے ہولیا۔ حضور ﷺ دولت کدہ پر تشریف لائے اور وہاں ایک دودھ کا پیالہ بھرا ہوا پایا۔ گھر والوں نے حضور ﷺ کو اس شخص کا نام بتلایا۔ جس نے دودھ کا ہدیہ کیا تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جاؤ۔ اہل صفہ کو بلاؤ (اہل صفہ وہ لوگ ہوتے تھے جن کا کوئی گھربار نہ تھا۔ جن کو کسی کا سہارا نہ تھا۔ یہ اسلام کے مہمان کہلاتے تھے نبی ﷺ کی سیرت یہ تھی کہ نبی صدقہ آتا تو سب اہل صفہ کو عطا فرمادیتے اور اگر ہدیہ آتا تو ان کو اپنے ساتھ شامل فرمالیتے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے سمجھا کہ اہل صفہ میں جو ستر اصحاب ہیں ایک پیالہ دودھ کی کیا حقیقت ہوگی۔ مجھے مل جاتا تو مجھ میں کچھ سکت آ جاتی۔ اب دیکھئے اس ایک پیالہ دودھ سے مجھے کچھ ملتا بھی ہے یا نہیں۔ یہ ہی خیالات تھے اور اطاعتِ رسول ﷺ کے سوا چارہ نہ تھا۔ میں نے سب کو بلایا اور اہل صفہ خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو گئے۔ حضور ﷺ نے دودھ کا پیالہ مجھے دیا اور فرمایا: ان سب کو بلاؤ میں نے پلانا شروع کیا، یکے بعد دیگرے سب سیر ہو گئے اور دودھ کا پیالہ اسی طرح دودھ سے بھرا رہا۔

پھر میں نے یہ پیالہ خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا۔ اب تو میں رہ گیا ہوں یا تو رہ گیا ہے۔ میں نے عرض کی سرکارِ کج ہے۔ فرمایا اب تم پی لو میں بیٹھ گیا اور دودھ پینے لگا۔ میرا پیٹ بھر گیا۔ مگر پیالہ اسی طرح دودھ سے بھرا ہوا تھا۔ فرمایا اور پی لو۔ میں نے پھر پیا۔ حضور ﷺ یہی فرماتے رہے کہ پیو پیو۔ آخر میں نے عرض کی۔ وَالَّذِي بَعَثْتَ بِالْحَقِّ مَا وَجَدْتُ۔ (بخاری)

مجھے اس ذات کی قسم جس نے حق دے کر آپ کو مبعوث کیا ہے۔ اب تو پیٹ میں بالکل گنجائش نہیں ہے۔

پھر آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ بسم اللہ پڑھی اور بقیہ دودھ نوش فرمالیا۔ یہ حدیث تو ایک ہے لیکن علامت و آیات نبوت کی جامع ہے۔ دودھ کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ اخلاقِ محمدی دیکھئے کہ کاشانہ نبوت میں ایک پیالہ دودھ آتا ہے کتنا بڑا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صرف ایک آدمی کے پی لینے کا۔ مگر نبی ﷺ اتنی سی خوراک پر ان سب کو بلا لیتے ہیں جو اسلام کیلئے گھربار کو تھک کر جو اہل و عیال کو چھوڑ کر مال و منال سے منہ موڑ کر دربارِ نبوت میں پہنچ گئے تھے۔

ہر ایک شخص نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تو اتنا پیا کہ قسم کھانا پڑی کہ گنجائش نہیں ہے۔ مگر مصطفیٰ ﷺ کا اعجاز دیکھئے کہ آپ نے ایک پیالہ دودھ کا دودھ کا سمندر بنا دیا اور ستر اصحاب صفہ اس ایک پیالہ دودھ سے سیر ہو گئے اور پیالہ بھرا کا بھرا رہ گیا۔

کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اس پیالہ کو کوئی بڑی سے بڑی تعداد ختم کر سکتی تھی۔ ہرگز نہیں۔ لاکھ ہوتے تو کیا اور کروڑ ہوتے تو کیا۔ سب کیلئے کافی تھا۔ اس پیالہ کو ختم کر دینے کی طاقت بھی اسی میں تھی جس کی برکت سے اس پیالہ سے دودھ کی نہریں جاری ہو گئی تھیں۔

حنین جذع

سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے نبی ﷺ کو اللہ عزوجل نے جو معجزات عطا فرمائے۔ وہ کسی نبی کو نہیں ملے۔ کسی نے پوچھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ احیاء اموات کے مقابل حضور ﷺ کو کیا عطا ہوا تو آپ نے فرمایا:

حَنِينُ الْجَذْعِ فَهَذَا اكْبَرُ مِنْ ذَالِكَ۔

(کتاب مناقب الشافعی لابن ابی حاتم)

حنین جذع کا معجزہ جو احیاء اموات سے اکبر ہے۔

حنین لغت میں مشتاق کی اس آواز کو کہتے ہیں جو فراق محبوب میں اس کے منہ سے نکلتی ہے۔ جذع کھجور کا کٹنا ہوا خشک تنا۔ حضور سید عالم ﷺ جب پہلی بار جمعہ کے دن منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور وہ کھجور کا تنا حضور ﷺ کے تکیہ لگانے کے شرف سے محروم ہو گیا تو اس سے رونے کی آواز آنے لگی۔

صَاحِبِ النَّخْلَةِ صَبَاحَ الصَّبِيِّ۔

وہ کھجور کا تنا بچوں کی طرح رونے لگا۔ (بخاری)

حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں۔

سَمِعْنَا لِلْجَذْعِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَارِ۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۷۵)

کھجور کے اس تنے سے حاملہ اونٹنی کی آواز کی طرح آواز ہم نے سنی۔

حاضرین مجلس حیران ہوئے۔ کھجور کی ایک خشک لکڑی سے رونے کی آواز آ رہی ہے۔ مگر یہ بات کسے معلوم تھی کہ اس خشک لکڑی کو کس حسن والے کی جدائی دلا رہی ہے۔

اور بخاری شریف میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ

كَانَ جَذْعٌ يَقُومُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ

الْمَنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجَذْعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتَّى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ۔ (بخاری)

جمعہ کے دن کھجور کے ایک تنے سے تکیہ لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر جب آپ کیلئے منبر بن گیا تو اس سے رونے کی آواز آنے لگی۔ جیسے گا بھن اونٹنی کی آواز ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ منبر سے اترے اور اس پر اپنا ہاتھ رکھا۔ تب جا کر وہ خاموش ہوا۔

حضور ﷺ کا یہ معجزہ عیسیٰ علیہ السلام سے متعدد وجوہ سے اکبر و اعظم ہے چوب خشک جس میں انسانی جسم کی طرح نہ عادتاً کبھی حیات تھی اور نہ آسکتی ہے زندہ ہونا اور حزن و ملال جیسی انسانی صفات کا اس میں پیدا ہو جانا بہت ہی عجیب و غریب ہے۔

جو بات لب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دکھلائی

وہ کام یہاں جنہیں داماں سے نکالا

النبی الامی

نبی امی ہونا حضور ﷺ کے اعظم خصائص میں سے ہے۔ قرآن نے بھی حضور سید عالم ﷺ کے اس وصف کا بار بار ذکر فرمایا ہے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ۔ (الاعراف ۱۵۷)

مومن وہ ہیں جو رسول امی کا اتباع کرتے ہیں۔

حضور حمیرہ قدس کے معلم ہیں۔ آپ کو اگر شاگردی کا شرف حاصل ہے تو صرف رب العلمین سے اور کسی سے نہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا نبی امی کے دربار میں عظیم و جلیل فصحاء بلغاء علماء اور فلاسفوں کی جماعتوں کو یہی عرض کرنا پڑتا تھا کہ سرکار ہمارا علم اور آپ کا عرفان قطرہ و قلزم کی مثال بھی نہیں رکھتا۔

ترے آگے یوں ہیں دبے لپے فصحاء عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

سبحان اللہ! وہ شخص کریم جس نے کسی سے تعلیم نہیں حاصل کی، جو ایک ان پڑھ اور جاہل قوم میں مبعوث ہوئے۔ جن کیلئے تعلیم و تعلم کے تمام دنیاوی اسباب مفقود تھے۔ وہ ساری کائنات کے استاد اور دونوں عالم کے دقیقہ دان ہیں۔ دماغ کو روشن، ضمیر کو ہموار، قلب کو متجلی، روح کو منور کر دینے والی تعلیم سے نوازرہے ہیں۔ تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، اقتصادیات و عمرانیات کے سبق پڑھا رہے ہیں۔

ای و دقیقہ دان عالم
بے سایہ و سائبان عالم

الفرض نبی امی ہونا ہمارے رسول ﷺ کا بہت بڑا معجزہ ہے اور تاریخ میں اس بات کا کہیں پتہ نہیں ہے کہ کوئی شخص ایک آن اور ایک لمحہ کیلئے بھی آپ کا معلم و استاد بنا ہو۔ صحابہ کرام میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا درجہ سب سے بڑا ہے اور افضل الخلائق بعد الانبیاء ہونے کا شرف آپ کو ہی حاصل ہے۔ آپ نے جب آفتاب رسالت و مہتاب نبوت کے علم و فضل کا مشاہدہ کیا۔ تو دربار نبوی ﷺ میں عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ میں دیکھتا ہوں کہ آپ مختلف ممالک کے وفود سے انہیں کی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں تو آپ کو کس نے تعلیم دی ہے۔ حضور نے فرمایا:

أَدَّبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيبِي۔

مجھے میرے رب نے تعلیم دی اور بہترین تعلیم دی۔

اللہ اکبر! پڑھنے والے رحمۃ للعالمین ہیں اور پڑھانے والا رب العلمین ہے۔

رحمن نے اپنے عہد خاص کو کیا پڑھایا۔ کتنے علوم سبز نبوی میں ودیعت رکھ دیئے۔ یہ کون بتا سکتا ہے اور کون ہے جو آپ کے علم ناپیدا کنار کا ادراک کر سکتا ہے۔

ایسا امی کس لئے منت کش استاد ہو

کیا کفایت اس کو اقرأ وربک الاکرم نہیں

حضور خاتم النبیین ﷺ اُحد پہاڑ پر جلوہ فرما ہوئے۔ حضور ﷺ کے ہمراہ جناب صدیق اکبر فاروق اعظم اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ اُحد پہاڑ ملنے لگا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اے اُحد پہاڑ ٹھہر جا۔ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَان۔ (بخاری) اس وقت تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔



آنچہ خواہاں ہمہ دارند تو تنہا داری

اے غیب کی خبریں دینے والے

آپ نے کتاب جامع الصفات میں یا ایہا النبی کا ترجمہ غیب کی خبریں دینے والا کیا ہے اور آیت فَبُهِتَ إِذْ أَتَاكَ الْمَطْلَبُ و مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ تمام انبیاء سابقین کے معجزات و کمالات کے جامع ہیں۔ ہمارے شہر کے ایک جید عالم دین کا اعتراض یہ ہے۔ آیات مذکورہ کا یہ ترجمہ مفہوم عقلاً و نقلاً درست نہیں۔ غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مردے زندہ کرنا بتایا ہے۔ نبی علیہ السلام نے اگر تمام انبیاء کرام کے معجزات و کمالات کے جامع ہیں تو آپ نے کون سے مردے زندہ کئے۔ نیز کسی مفسر نے آیات بالا کا یہ مفہوم لیا ہے تو تفسیر کا حوالہ دیا جائے۔

الجواب

تفسیر روح البیان و تفسیر روح المعانی اور دیگر تفاسیر میں آیات بالا کا وہی مفہوم بیان کیا گیا ہے جو میں نے کتاب جامع الصفات میں درج کیا ہے آپ کے جید عالم صاحب جس ذہن کے ہیں میرے خیال میں تفسیری حوالوں سے زیادہ انہیں ان کے اکابر کی تصریحات زیادہ سکون مہیا کر سکتی ہیں۔ چنانچہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اگر

مولوی قاسم نانوتوی آب حیات میں حضور سرور عالم ﷺ کی حیات النبی نہ قرار دیتے تو آج اس مکتبہ فکر کے لوگ بھی الہدیت فرقہ کی طرح حضور ﷺ کی حیات جسمانی کے منکر ہی ہوتے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ بعض اوقات ان کی زبان و قلم سے ایسی باتیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ جو ان کے مسلک و عقیدہ کے بہر حال خلاف جاتی ہیں مگر نیزہ سے نکلا ہوا تیر واپس کب آتا ہے۔ دیوبندی مکتبہ فکر کے شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری نے اپنے رسالے بینات میں وہی کچھ لکھا ہے جو میں نے جامع الصفات میں آج سے بیس سال قبل تحریر کیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ نے کتاب النبوت میں جو فرق بیان کیا وہ ہمیں سب سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ جس کا خلاصہ صرف اتنا ہے ”کہ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے صرف غیب کی خبروں سے قوم کو اطلاع دیتا ہو ان کو نصیحت کرتا ہو۔ ان کی اصلاح کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کو وحی ہوتی ہو وہ نبی کہلاتا ہے۔ اگر ان اوصاف کے ساتھ وہ کفار کی طرف اور نافرمان قوم کو تبلیغ پر مامور بھی کیا جائے تو وہ رسول بھی ہوگا۔“

اب ہم قرآن کریم کی روشنی میں انبیاء و رسل کے خواص و لوازم پیش کرتے ہیں۔ لیکن اتنا معلوم رہے کہ انبیاء و رسل کے عام خصائص بحیثیت نبوت و رسالت سب مشترک ہیں۔ قرآن کریم نے جتنے کمالات و اوصاف انبیاء و رسل کے بیان کر دیئے ہیں۔ وہ سب حضرت خاتم الانبیاء رسول اللہ ﷺ میں بوجہ کمال موجود ہیں۔ کیونکہ آپ سب انبیاء و رسل سے افضل ہیں۔ آپ سید الانبیاء ہیں۔ خاتم الانبیاء ہیں۔ یہ نصوص قطعیہ کا مفاد ہے اور امت مرحومہ کا عقیدہ ہے اور تاریخ عالم کی ”حقیقت ثابتہ“ ہے اور اسلامی دور کے حیرت انگیز کارنامے اس کے شاہد عادل ہیں۔ قرآن کریم نے بہت سے انبیاء و رسل کے خصائص و کمالات بیان کرنے کے بعد آپ کو حکم دیا اور فرمایا

أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ فَبِهِدَاهُمُ اقْتَدِهْ - (الانعام) یعنی یہ حضرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے۔ آپ بھی انہیں کے طریقے پر چلیے۔ اس سے یہ صاف معلوم ہوا کہ انبیاء کے جتنے علمی و عملی کمالات تھے آپ ان سے مالا مال تھے۔

(ہفتہ وار خدام الدین لاہور، بنوری نمبر ۳۹۴)

دیکھئے بنوری صاحب نے نبی کے معنی (غیب کی خبریں دینے والے) کے کئے ہیں اور یہ تصریح بھی کی ہے کہ حضور ﷺ تمام انبیاء کرام کے معجزات و کمالات کے جامع ہیں اور یہ کہ حضور ﷺ کا جامع جمع کمال انبیاء ہوتا۔

نصوص قطعیہ کا مفاد ہے۔ اُمت کا اجماعی عقیدہ اور تاریخ عالم کی حقیقت ثابت ہے۔ رہا مردے زندہ کرنا تو

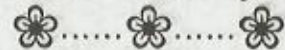
حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ انہوں نے مردہ زندہ کئے۔ اس کے مقابل حضور ﷺ کا معجزہ کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا:

حنین الْجَذْعُ هَذَا أَكْبَرُ مِنْ ذَلِكَ -

حنین جذع کا واقعہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے احیائے اموات سے بڑھ کر ہے۔

حنین یعنی وہ کھجور کا تنہ جس سے نکیہ لگا کر حضور خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب وہ اس اعزاز سے محروم ہوا اور حضور ﷺ نے منبر پر جلوہ فرما ہو کر خطبہ دیا تو اس کھجور کے تنہ سے رونے کی آواز آنے لگی۔ حضور ﷺ کا یہ معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے برتر و افضل ہے۔

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے لیکن رضا نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے



وہ خدا کا آستانہ..... یہ نبی کا آستانہ

وہاں خیر و شر کی پُرسش یہاں غصہ کا بہانہ
وہاں خوف سے لرزنا یہاں ناز سے مچلنا
وہ خدا کا آستانہ یہ نبی کا آستانہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا وَحَرَّمَ الْمَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا فِي مُدَّهَا وَصَاعَهَا مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَكَّةَ - (بخاری)

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جناب ابراہیم خلیل علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنانے کی دعا فرمائی اور میں مدینہ کو حرم بنانا ہوں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میں نے مدینہ کے صاع اور مد کیلئے برکت کی دعا کی جیسے جناب ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کیلئے دعا و برکت کی۔

وحرمت المدینۃ کما حرم ابراہیم مکۃ کے الفاظ سے محمد بن ذہب زہری امام شافعی مالک احمد و اسحاق رحمہم نے یہ استدلال فرمایا ہے۔ حرم مدینہ کے بھی وہی احکام ہیں جو حرم مکہ کے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگرچہ حرم مدینہ کے درخت یا گھاس کا ٹٹی حرام ہے مگر ایسا فعل کرنے والے پر فدیہ نہیں ہے۔ ابن ذہب کی رائے یہ ہے کہ فدیہ بھی واجب ہے اور حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ حرم مدینہ کا احترام تو واجب ہے مگر وہاں شکار کرنا، گھاس کاٹنا نہ تو ممنوع ہے اور نہ اس فعل پر فدیہ لازم ہے۔ مسئلہ اگرچہ خالص فروعی ہے۔ تاہم مسلک حنفیہ متعدد وجوہ سے قوی ہے۔ اول تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس امر پر متفق ہیں کہ حرم مدینہ کے درخت کاٹنے یا گھاس اکھیڑنے یا شکار کرنے پر فدیہ واجب نہیں ہے تو اگر حرم مدینہ کا حکم حرم مکہ کی طرح ہوتا تو فدیہ کے وجوب کا قول کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ حرم مکہ کے درخت کاٹنے پر سب کے نزدیک فدیہ لازم ہے۔ اسی طرح حرم مکہ میں واجب القتل مجرم سے قصاص لینا حرام ہے۔ مگر تمام ائمہ اس پر متفق ہیں۔ حرم مدینہ میں اگر مستحق قتل مجرم داخل ہو جائے تو اس سے قصاص لیا جائے گا تو اگر دونوں کا حکم ایک ہوتا تو حرم مدینہ میں داخل ہونے والے مجرم سے بھی قصاص نہ لینے کا قول کرنا چاہتے تھے۔

ثانیاً تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم بلکہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مدینہ کے درخت وغیرہ کاٹے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت وہاں کے کھجور کے درخت کاٹے اور قبور مشرکین کو سمار فرمایا۔ حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم عقیق میں شکار کھیلو تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ (ابن ابی شیبہ طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اُحد پہاڑ پر جاؤ اور وہاں کے درخت یا کچھ گھاس کھاؤ۔ ظاہر ہے کہ کھانا بغیر کاٹنے یا اکھیڑنے کے ناممکن ہے۔

(طبرانی)

حدیث مسلم و لا تبخط فیہا شجرة الا لعلف۔ مدینہ کے درخت نہ کاٹے جائیں مگر چارہ کیلئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چارہ کیلئے کاٹنے کی اجازت فرمائی۔ اگر حرم مدینہ کے درخت کاٹنے حرام ہوتے تو چارے کیلئے کاٹنے کی اجازت نہ دی جاتی، حالانکہ حرم مکہ کے درخت چارہ کیلئے کاٹنے بھی حرام ہیں۔ علاوہ ازیں حدیث زیر بحث

اور وہ تمام احادیث جن میں مدینہ منورہ کے حرم ہونے کا ذکر ہے۔ سب ظنی ہیں اور ضابطہ یہ ہے کہ کراہت تحریمی ثابت کرنے کیلئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے۔ یعنی کسی چیز کی کراہت تحریمہ کے ثبوت کیلئے قطعی الدلالت ظنی الثبوت دلیل کی ضرورت ہے۔ جیسے خبر احاد کہ مفہوم ان کا قطعی ہو۔ خبر احاد کہ مفہوم ان کا ظنی ہو، سے کسی چیز کا سنت یا مستحب ہونا ثابت ہو سکتا ہے مگر کراہت تحریمی ثابت نہیں ہو سکتی اور حدیث زیر بحث اور دیگر وہ احادیث جن میں مدینہ کے حرم ہونے کا ذکر ہے۔ قطعی الدلالت نہیں ہیں۔ اگر قطعی الدلالت ہوتیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کے خلاف نہ ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حدود مدینہ کا حرم ہونا بمعنی احترام ہے تحریم نہیں اور اس باب میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بہت قوی ہے۔

مکہ معظمہ کی عظمت و برکت

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو مکہ معظمہ کا رمضان پائے اور وہاں روزہ و تراویح کی پابندی کرے۔ وہ ایک لاکھ رمضانوں اور ہر دن رات ایک ایک غلام آزاد کرنے کا اور ایک ایک غازی کو میدان جنگ میں بھیجنے کا ثواب پائے گا۔

(ابن ماجہ)

(۲) مکہ مکرمہ میں ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے اور ایک گناہ بھی ایک لاکھ گناہوں کے برابر۔

مکہ کے حرم ہونے کا مطلب

مکہ کے حرم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں بلا احرام داخل ہونا حدود حرم مکہ میں شکار تو درکنار اس کی طرف اشارہ کرنا، اسے ستانا، اٹھانا، ممنوع و حرام ہے۔ اگر مجرم حرم میں آ جائے تو اسے قتل کرنا بھی ممنوع ہے۔ حدود قصاص حدود حرم مکہ میں جاری

نہیں ہوتے۔ ایسے حالات پیدا کئے جائیں گے کہ مجرم حدودِ حرم سے باہر آ جائے۔ قرآن مجید نے فرمایا: مَنْ دَخَلَهُ كَانْ آمِنًا اور اگر وہاں مذکورہ بالا کام ممنوع کام کرنے لے تو کفارہ واجب ہے۔ اکثر شوافع مکہ معظمہ کی مٹی یا پتھر مکہ سے باہر لے جانا ممنوع قرار دیتے ہیں۔ البتہ بطور تبرک آپ زمرم مکہ سے باہر لے جانا سنت ہے۔ حدیبیہ کے سال حضور ﷺ نے آپ زمرم کے دو مشکیز سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مدینہ میں منگوائے حج کے موقع پر حضور ﷺ نے آپ زمرم اپنے ساتھ لیا اور عرصہ تک یہ پانی مدینہ میں بیماروں کو پلایا۔ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بسند صحیح مروی ہے کہ حضور ﷺ نے متعدد بار آپ زمرم مکہ سے باہر بھیجا۔ (مرقات)

مکہ معظمہ کی حرمت و عظمت ابدی ہے

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ۔ (بخاری)

مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے کسی شخص نے اپنی رائے سے حرم نہیں بنایا۔

إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ

إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ۔ (بخاری و مسلم)

بیشک اس شہر (مکہ) کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرم بنا دیا جس دن آسمان و زمین پیدا کئے تو یہ اللہ کے حرام بنانے سے قیامت تک حرم ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ مکہ معظمہ کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے حرم بنایا اور یہ جگہ صرف اسلام ہی میں نہیں بلکہ ہر دین میں محترم و مقدس تھی۔ اَلْیَوْمِ الْقِيَمَةِ کے لفظ سے معلوم ہوا کہ مکہ معظمہ کی حرمت ہمیشہ کیلئے ہے۔ کبھی منسوخ نہ ہوگی۔

سوال پیدا ہوتا ہے دیگر متعدد حدیثوں میں حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مکہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم بنایا۔ اَنَّ اِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ (مسلم) اس

حدیث میں مکہ کو حرم بنانے کی نسبت حضرت ابراہیم کی طرف ہے۔ جواب یہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت مجازی ہے۔ طوفانِ نوح کے موقع پر جب بیت المعمور آسمانوں پر اٹھایا گیا، تو لوگ مکہ کی عظمت و حرمت کو بھول گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی۔

(۱) اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا اَمِنًا وَاَرْزُقْ اَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ۔ (بقرہ)

الہی اس شہر کو امان والا کر دے اور اس میں رہنے والوں کو طرح طرح کے پھل

دے۔

(۲) فَاجْعَلْ اَفْنِئَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ۔

الہی لوگوں کے دل مکہ معظمہ کی طرف مائل کر دے۔

تو مکہ تو ابتداء ہی سے محترم تھا۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی حرمت و عظمت کا اعلان فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اس بناء پر مکہ کو حرم بنانے کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات کی طرف مجازی طور پر کی گئی ہے۔

یہ ایسے ہی ہے کہ کعبہ کے معمارِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ سب سے پہلے کعبہ کی بنیاد آپ ہی نے رکھی۔ لیکن طوفانِ نوح کے بعد دوسری بار اسی سابقہ بنیادوں پر کعبہ کی تعمیر کا شرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوا، یہ تعمیر خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں سے ہوئی۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی معمارِ کعبہ کہتے ہیں ورنہ اوّلیت تو حضرت آدم علیہ السلام ہی کو حاصل ہے۔

حضور ﷺ نے مدینہ کو حرم بنایا

غور کیجئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت مجازی ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے تصریح فرمادی، مکہ کو تو اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے

حرم بنایا ہے مگر ہر دین و ملت میں محترم رہا ہے۔ مگر مدینہ کی یہ کیفیت نہ تھی۔ مدینہ شروع ہی سے معظم نہ تھا۔ لوگ مدینہ سے کتراتے تھے۔ وہاں وباؤں کا ہجوم تھا۔ حتیٰ کہ مدینہ کا نام بھی یثرب (وباؤں کا گھر) تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي حَرَمْتُ الْمَدِينَةَ حَرَامًا إِنِّي أَحْرَمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا۔ (بخاری و مسلم)

میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں۔ میں مدینہ کے گوشوں کے درمیان حرم بناتا ہوں۔ یہاں مدینہ کو حرم بنانے کی نسبت حضور ﷺ نے اپنی ذات اقدس کی طرف کی ہے۔ یہ نسبت حقیقی ہے۔ معلوم ہوا حضور ﷺ اللہ کی طرف سے مختار کائنات ہیں۔ جس چیز کو چاہیں محترم و معظم بنادیں۔

یہی وجہ ہے جب حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے۔ یہاں کی گھاس نہ اکھاڑی جائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی حضور ﷺ اذخر گھاس کو اکھاڑنے کی اجازت دے دیجئے، کیونکہ یہ ہمارے مکانوں کے کام آتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں اجازت ہے۔ (بخاری)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ جس حکم سے چاہیں کسی کو اس سے مستثنیٰ فرمادیں۔ جیسی تو حضور اکرم ﷺ نے اذخر گھاس کے کاٹنے کی اجازت فرمادی۔

خلیل و حبیب میں فرق

اسی سے خلیل اللہ اور حبیب اللہ کے مقام و درجہ پر روشنی پڑتی ہے۔ خلیل کی ذات کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت مجازی ہے اور حضور ﷺ کی ذات اقدس کی طرف مدینہ کو حرم بنایا جو معظم و مقدس نہ تھی۔ جس کا نام ہی یثرب (بلاؤں کا گھر) تھا۔

واضح ہو

حضور ﷺ نے جو یہ فرمایا ہے کہ مدینہ کو مکہ کی طرح حرام قرار دیتا ہوں تو حرم مدینہ کو حرم مکہ کے ساتھ تشبیہ بعض وجوہ سے ہے۔ یعنی احترام و تعظیم کے لحاظ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جیسے آیت اِنْ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آدم علیہ السلام سے تشبیہ دینا بعض وجوہ سے ہے۔ لہذا حرمت حرم مکہ بمعنی تحریم ہے اور حرمت حرم مدینہ بمعنی احترام و تعظیم ہے۔

حرم مدینہ کا احترام و اجلال

مدینہ منورہ کی عظمت و احترام حضور ﷺ کے وجود مطہر کی وجہ سے ہے۔ مدینہ کی سرزمین کا ادب و احترام لازم و واجب ہے۔ مکہ میں کعبہ ہے مگر مدینہ میں کعبہ کا قبلہ جلوہ فرمایا ہے۔

حاجبو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

مکہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے اور ایک گناہ بھی ایک لاکھ گناہ کے برابر اور مدینہ منورہ میں ایک نیکی سچاس ہزار نیکیوں کے برابر ہے مگر ایک گناہ ایک ہی گناہ ہے کیوں؟ اس لئے کہ

وہاں خیر و شر کی پُرش یہاں عفو کا بہانہ

وہ خدا کا آستانہ یہ نبی کا آستانہ

حضور ﷺ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ اِنَّكَ لَخَيْرِ اَرْضِ اللّٰهِ وَاَحَبُّ اَرْضِ اللّٰهِ اِلَيْهِ۔

بخدا مکہ کی زمین اللہ کی بنائی ہوئی ساری زمین سے بہتر ہے اور تمام زمینوں میں خدا کو زیادہ پیاری ہے۔

جمہور علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال فرمایا کہ مکہ معظمہ کی بستی مدینہ منورہ کی بستی سے افضل ہے۔ جمہور کا یہ استدلال سراسر آنکھوں پر مگر

طیبہ نہ سہی افضل، مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

اتنی بات یاد رہے یہ اختلاف مدینہ کی بستی افضل ہے یا مکہ کی، تک محدود ہے۔
ورنہ تمام علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مدینہ کا احترام مکہ معظمہ کے احترام کی طرح
ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مدینہ منورہ کی زمین کا وہ حصہ جہاں آج حضور ﷺ
جلوہ فرماہیں وہ تو مکہ معظمہ بلکہ عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ (مرقات)

حضورِ عالیہ نے فرمایا:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ مَكِّيَالِهِمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِيْ صَاعِهِمْ وَمِدْيَهُمْ يَعْنِي
اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ۔ (بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! انہیں ان کے پیانوں میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! ان کے صاع و مد میں برکت عطا فرما۔ حضور ﷺ کی مراد اہل مدینہ سے تھی۔

فوائد ومسائل

(۱) اس حدیث کو امام بخاری نے اعتصام و کفارات میں اور مسلم و نسائی نے مناسک میں ذکر کیا۔

(۲) حضور ﷺ نے جو مدینہ کے صاع و مد میں برکت کی دعا فرمائی۔ تو یہ دینی

ودنیوی دونوں قسم کی برکت کو شامل ہے۔ مدینہ منورہ حضور سید کائنات ﷺ کی جلوہ گاہ ہے حضور ﷺ نے مدینہ کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

فضائل مدینہ

آپ نے فرمایا۔ میری امت جب تک مدینہ منورہ کی حرمت و عزت پر قائم رہے گی بھلائی پر رہے گی اور جب اس کی حرمت و عزت سے کنارہ کش ہو جائے گی تو برباد ہو جائے گی۔ (ابن ماجہ) امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حدود مدینہ کا ادب و احترام مکہ معظمہ کی حدود کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ مدینہ شریف کی عظمت و عزت سے متعلق حضور ﷺ کے چند ارشادات کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) حضور علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَسَدَهُ (بخاری و مسلم)

الہی ہمیں مدینہ ایسا پیارا کر دے۔ جیسا کہ مکہ پیارا تھا۔ بلکہ مکہ سے زیادہ مدینہ کو پیارا و محبوب بنادے۔

مدینہ میں بخار کا مرض عام تھا۔ حضور ﷺ نے بارگاہ الہی میں عرض کی۔ الہی یہاں کے بخار کو جحفہ منتقل کر دے۔ (بخاری و مسلم)

یہ حضور اکرم ﷺ کی دعا کا اثر ہے کہ مدینہ منورہ کی آب و ہوا بہت صحت بخش ہے۔ موسم معتدل ہے۔ وہاں کی خاک خاکِ شفا ہے۔ وہاں روزی میں برکت ہے اور جحفہ جو حرمینِ مطہین کے درمیان ایک چھوٹی بستی ہے جہاں اس زمانہ میں یہود رہتے تھے۔ آج بھی وہاں کی آب و ہوا میں بخار کے جراثیم ہیں وہاں رُکنے اور جانے والے عموماً بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

(۳) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا شام فتح ہوگا۔ عراق فتح ہوگا اور ایک قوم خوشی سے دوڑتی ہوئی آئے گی اور اپنے خدام اور بال بچوں کو وہاں لے جائے گی۔

وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ۔

حالانکہ مدینہ ان کیلئے بہتر ہے۔

سیدنا امام مالک رحمہ اللہ حدیث کے خط کشیدہ جملوں کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ مدینہ تمام جگہ سے افضل ہے اور اس میں مکہ بھی داخل ہے۔ اس بنا پر امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ مدینہ مکہ سے افضل ہے۔ (مرقات) بات یہی درست ہے۔ بیت المقدس اگرچہ ابتداء ہی سے مسلمانوں کا قبلہ رہا ہے۔ وہاں ہزار ہا انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات ہیں۔ یہ تبرک مقام ہیں۔ قرآن نے کہا۔ اَللّٰہِیْ بَارِئْنَا حَوْلَہُ لَیْکِنَ مدینہ پھر بھی افضل ہے۔ کیونکہ اس لئے سارے تارے وہاں ہیں مگر نبوت کا آفتاب مدینہ میں ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ سَمَّیَ الْمَدِیْنَةَ طَابَہُ۔ (مسلم)

اللہ تعالیٰ نے مدینہ شریف کا نام طابہ رکھا۔

مدینہ شریف کے سو سے زیادہ نام ہیں۔

طیبہ، بطحا، مدینہ الطح وغیرہ۔ ہجرت سے قبل اس کا نام یثرب تھا۔ کہتے ہیں کہ مدینہ میں قوم عمالقد کا جو پہلا شخص آیا اس کا نام یثرب تھا۔ یثرب ثرب سے مشتق ہے۔ جس کے معنی سزا، سرزنش، مصیبت و بلا کے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے لَا تَشْرِبْ عَلَیْکُمْ الْیَوْمَ لَیْکِنَ اب مدینہ کو یثرب کہنا ممنوع ہے شاعر اشعار میں یثرب کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ اس کو بدل دیں۔ یثرب کی جگہ طیبہ کا لفظ لانے میں وزن شعری میں کوئی سقم بھی پیدا نہیں ہوتا۔

سیدنا احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو مدینہ کو یثرب کہے وہ توبہ کرے۔ امام بخاری تاریخ میں فرماتے ہیں جو مدینہ منورہ کو ایک بار یثرب کہے وہ بطور کفارہ دس بار اس

ارض مقدس کو مدینہ کہے۔

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں

نے شق ہو کر لیا ہے دین کو آغوش میں

طابہ کا ترجمہ بعض شارحین نے یہ کیا ہے کہ لوح محفوظ میں مدینہ کا نام طابہ یا

طیبہ ہے۔ یَقُولُونَ یَغْرَبَ وَہِی الْمَدِیْنَةُ۔ (بخاری)

حضور ﷺ نے فرمایا لوگ اسے یثرب کہیں گے حالانکہ وہ مدینہ ہے۔

خود حضور سرور عالم ﷺ کو مدینہ سے ایسی محبت تھی کہ جب سفر سے واپسی

پر مدینہ نظر آتا تو اپنی سواری کو تیز فرما دیتے۔ (بخاری)

مدینہ کے شرقی جانب تقریباً تین میل کے فاصلے پر اُحد پہاڑ ہے۔ مدینہ شہر

خصوصاً جنت البقیع سے یہ مقدس پہاڑ صاف نظر آتا ہے۔ جب یہ پہاڑ حضور ﷺ کو

کو نظر آیا تو فرمایا:

هَذَا جَبَلٌ یُّحِبُّنَا نَحْبُہُ۔

یہ پہاڑ ہے ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

حضور سرور عالم ﷺ نے کسی حدیث میں مکہ معظمہ میں قیام پر اتنا زور نہیں

دیا جتنا مدینہ منورہ میں قیام پر دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوتَ بِالْمَدِیْنَةِ فَلَیْمَتْ بِہَا فَاِنَّیْ اُفْطَعُ لَہٗنَ

یَّمُوتُ بِہَا۔ (احمد و ترمذی)

جو مدینہ میں مر سکے وہاں ہی مرے۔ میں مدینہ میں مرنے والوں کی شفاعت

کروں گا۔

سیدنا امام فاروق اعظم رحمہ اللہ خلیفہ رسول دعا فرماتے تھے کہ الہی مجھے اپنے

محبوب کے شہر مدینہ میں شہادت کی موت دے۔ جناب عمر فاروق رحمہ اللہ کی یہ دعا قبول

ہوئی۔ نماز فجر کے وقت مسجد نبویؐ، مصلیٰ نبویؐ، محراب نبویؐ میں شہادت پائی۔
سیدنا امام مالک رحمہ اللہ اس خوف سے کہ کہیں مدینہ منورہ سے باہر موت واقع
نہ ہو جائے۔ پوری زندگی میں کبھی مدینہ سے باہر نہیں گئے۔ صرف حج فرض کی ادائیگی
کیلئے ایک بار مکہ معظمہ میں حاضری دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا:
اللَّهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضِعْفِي مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبِرِّ كَذَلِكَ۔

(بخاری)

الہی جو برکتیں تو نے مکہ معظمہ کو دی ہیں اس سے دگنی برکتیں مدینہ منورہ کو عطا
فرما۔

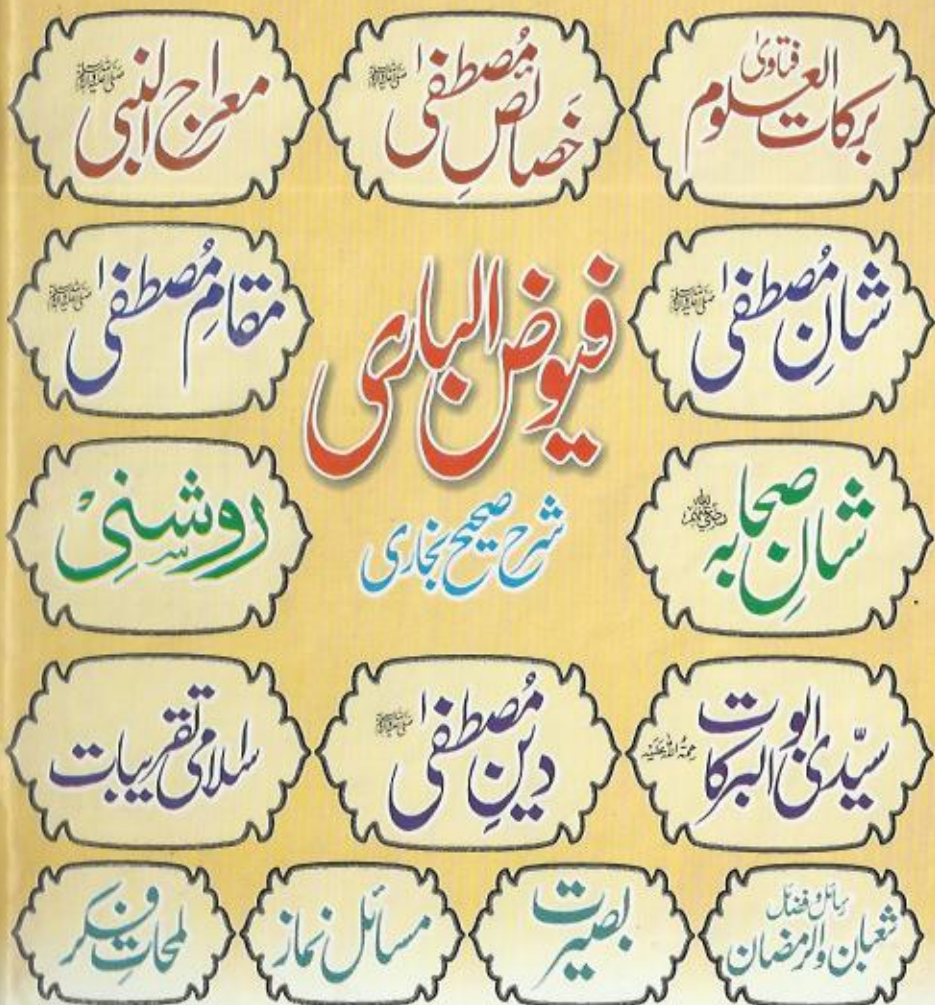
مکہ معظمہ میں لوگوں کو تکلیف پہنچانے کی نیت سے ذخیرہ اندوزی بھی سخت
گناہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ حرم مکہ میں احکام راہیے ہے جیسے اس مقدس شہر میں
الحادو بے دینی کو پھیلاتا۔

ویسے بھی مکہ معظمہ میں گناہ کرنا ہزار گناہ کے برابر ہے۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ
فرماتے ہیں کہ صرف ارادہ گناہ پر کسی جگہ بھی اللہ کے ہاں پکڑ نہیں ہے مگر مکہ معظمہ میں
گناہ پر بھی پکڑ ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَنْ يَرُدْفِهِ بِالْحَادِ الْخِ۔ اسی
بناء پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکہ معظمہ کی سکونت ترک کر دی۔ حضرت عبداللہ ابن
عباس رضی اللہ عنہ طائف میں جا رہے۔



کی یادگار
تصانیف

امیر اہل سنت شام بخاری
علامت سید محمود احمد رضوی محدث الہدی
(ستارہ امتیاز حکومت پاکستان) ایڈیٹر ایف ایچ مرکزی دارالعلوم عربیہ اسلامیہ لاہور



گنج بخش روڈ لاہور

فون 0300-8038838، 042-37114729

ویب سائٹ: www.hizbulhinaf.com

رضوان کتب خانہ

